وارث علوم اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم ہند جگر گوشۂ مفسر اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

مؤسس

حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خاں قادری ازہری



مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

مد ظلہ العالی

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

فائل 2005ء
مارچ و اپریل

www.muftiakhtarrazakhan.com

پیشکش

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

وارثِ علوم اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم ہند جگر گوشہ مفسر اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ **محمد اختر رضا خان قادری ازہری** رحمۃ اللہ علیہ

اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام کی تصنیفات اور
حیات و خدمات کے مطالعہ کے لئے وزٹ کریں

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

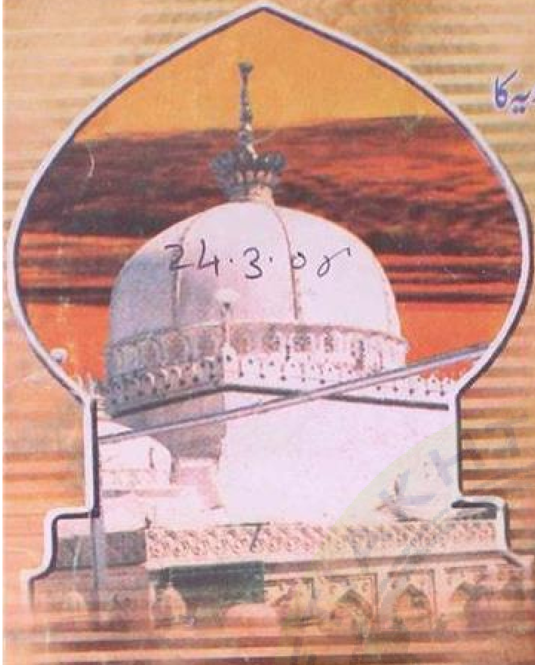
the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

Taaj-al-Shari'ah Foundation, Karachi, Pakistan.

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

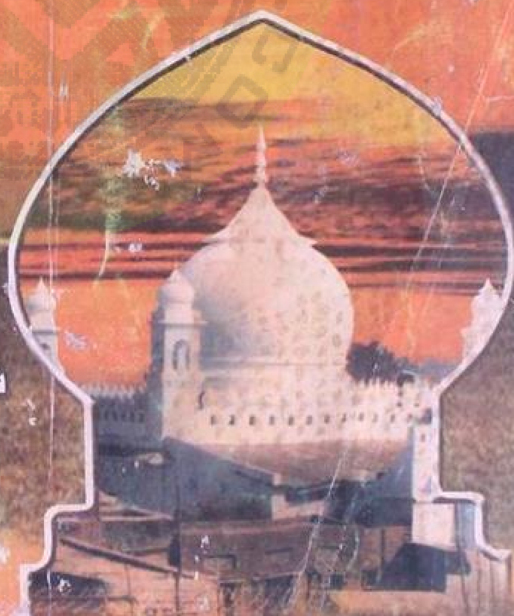
0092 303 2886671 /makhtarraza1011



مرکز سوادِ اعظم اہلسنّت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا
علمی دینی اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ سُنّی دُنیا

مالک و نگراں: جانشین مفتی اعظم ہند فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری



نائب نگراں: محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر: محمد شہاب الدین رضوی

مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، بریلی شریف

مرکز سواد اعظم اہل سنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ

علمی دینی اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ سنی دنیا

جلد: ۲۵

شمارہ: ۳

مارچ، اپریل ۲۰۰۵ء

مالک و نگران: جانشین مفتی اعظم ہند فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری

نائب نگراں: محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر: محمد شہاب الدین رضوی

☆فی شمارہ: ۱۰ روپے ☆ زر سالانہ: ۱۰۰ روپے ☆ بیرونی ممالک: ۳۰۰ روپے ☆ لائف ممبری: ۲۰۰۰ روپے ☆

رابطہ کا پتہ

دفتر سنی دنیا ۸۲ سوداگران بریلی شریف (یوپی) فون 2580633,2458543 فیکس: 0581-2472166

☆ چیک یا ڈرافٹ بنام "اختر رضا خاں" ہی بنائیں

☆ مرکزی دارالافتاء کے لئے جوابی لفافہ ضرور روانہ فرمائیں

W.site: markazeahleunnat.com

W.site: www.hazrat.org

کمپوزنگ و ڈیزائنگ: عتیق احمد حشمتی (شُجاع مَلِک)

اللہ ربّ محمدٍ صلیٰ علیہ وسلّما ☆ نحن عباد محمدٍ صلیٰ علیہ وسلّما

اشاریات

مسلمانوں کی سیاسی، اقتصادی اور سماجی صورت حال

جائزہ (۱)

ادارتی

محمد شہاب الدین رضوی

ہندوستان ۱۵/اگست ۱۹۴۷ء کو انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہوا۔ اس آزادی کے حصول میں معاشرے کے سب ہی طبقوں نے اپنا کردار پوری دیانت داری سے ادا کیا۔ آزادی کی اس تحریک میں اپنے ہم وطن کے ساتھ مل کر مسلمانان ہند اور ان کی قیادت نے بھی اپنی قومی ذمہ داریوں کو احسن طریقے پر انجام دیا اور حصول آزادی کے اس خار دار سفر میں کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کیا۔ آزادی کے حصول کے بعد ملک کی قیادت نے ایک ایسے آئین کی تیاری کا آغاز کیا کہ جس کی رو سے تمام ہندوستانی شہری چاہے ان کا تعلق اکثریتی طبقے سے ہو یا اقلیتی طبقہ سے، سب کو مساوی حقوق دیئے جائیں گے اور ملک میں ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جائے گا جس کی بنیادیں جمہوریت، سیکولرزم اور برابری کے احساس پر رکھی جائیں گی۔ ہر طبقے کی عزت وآبرو، جان ومال عقائد، اخلاقیات، اقتصادیات تہذیب وتمدن وتاریخی اساس کو مکمل تحفظ ہی فراہم نہ کیا جائے گا بلکہ واضح ضمانتوں کے ساتھ ان کو مزید ترقی کرنے اور پھلنے پھولنے کے مواقعوں کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لئے بھی آئینی تحفظات فراہم کئے جائیں گے۔ چنانچہ بالکل ایسا ہی آئین تیار کیا گیا اور ۲۶/جنوری ۱۹۵۰ء کو وہ نافذ العمل بھی ہوگیا۔

دستور ہند اور مسلمانان ہند

مسلمانان ہند کے لئے یہ بات باعث اطمینان تھی کہ آئین ہند نے ہندوستان کے دوسرے شہریوں تمام طبقات کی طرح ان کو بھی مساوی حقوق دیئے اور ضروری آئینی تحفظات بھی فراہم کئے کہ جن کی رو سے ان کو مکمل مذہبی آزادی حاصل ہوئی، مسلم پرسنل لاء کے معاملے میں عدم مداخلت کی واضح ضمانتیں دی گئیں اور اپنے تعلیمی، سماجی ثقافتی ادارے قائم کرنے کے لئے بھی ضروری تحفظات و مراعات کو آئین ہند کا حصہ بنایا گیا۔ وقف اور حج معاملات کے سلسلے میں بھی وقف ایکٹ اور مرکزی وصوبائی سطح پر حج کمیٹیاں قائم کر کے مسلمانان ہند کے مذہبی جذبات کا احترام کیا گیا۔

الغرض زندگی کے ہر شعبہ میں ہی تحفظات کا مکمل جال پھیلا دیا گیا۔ یہ تمام تر صورت حال حوصلہ افزا بھی ہے اور خوش آئند بھی مگر یہ تصویر کا محض ایک رخ ہے۔

آیئے تصویر کے دوسرے رخ کا پوری دیانت داری سے جائزہ لیں۔

یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی بھی ملک کا آئین کتنا ہی مکمل ومفصل وجامع کیوں نہ ہو، جب تک قانون ساز ادارے انتظامیہ، عدلیہ وقومی مزاج اس کے ساتھ پوری طرح ہم آہنگ نہ ہوں تو ان مقاصد کا حصول مکمل نہیں ہو پاتا جن کی پاسبانی وپاسداری کی ضمانت اس میں دی جاتی ہے۔

جمہوریت و مسلمانان ہند

جمہوری نظام کا مزاج کچھ اس طرح کا ہوتا ہے کہ اس میں تعداد واعداد وشمار کی بنیاد پر سارے فیصلے کئے جاتے ہیں

اوراس میں وہ گروپ حاوی رہتا ہے جس طرف ان اعداد و شمار کا جھکاؤ ہوتا ہے، بہ الفاظ دیگر اکثریت معاملات اور فیصلہ سازی کے عمل پر حاوی آجاتی ہے اور اقلیتی طبقہ اس کے رحم وکرم کے محتاج ہوجاتے ہیں۔

بعض اوقات یہ امکان لگا رہتا ہے کہ مسلمانان ہند کیوں کہ ایک اقلیتی طبقہ ہے لہٰذا وہ بھی اس دائرے میں شامل ہیں۔ ایسی صورت حال میں اس کے حقوق کی بحالی اور حصول کا دارو مدار اس کے اکثریتی طبقے کے ساتھ تعلقات پر کہیں زیادہ ہے، بہ نسبت آئین اور آئینی تحفظات کے۔

اکثیرت و مسلمانان ہند

بالعموم یہ تعلقات کشیدہ نہیں ہیں مگر اس حقیقت سے انکار کرنا حقائق سے روگردانی کے مترادف ہوگا کہ اکثریت اور مسلمانان ہند کے تعلقات میں کچھ کڑواہٹ بھی ہے۔ ایک دوسرے کی طرف کچھ شکوک وشبہات بھی ہیں اور اکثریتی طبقہ میں کچھ ایسے عناصر موجود ہیں کہ جو آئے دن ایسے فتنوں کو جگاتے رہتے ہیں جس سے اس کڑواہٹ میں مزید اضافہ ہوتا رہے۔ ہندو مسلم فسادات، پرسنل لاء سے متعلق معاملات، اردو زبان کا مسئلہ۔ بابری مسجد تنازعہ، تاریخی حادثات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جانا۔ اسلام کی منفی اور جارحانہ تصویر پیش کرنا۔ عام مسلمانوں کے بارے میں شکوک وشبہات پر مبنی رائے رکھنا، مسلم معاشرہ کو ہندوستانی معاشرہ میں ایک الگ تھلگ حصہ سمجھنا اور اسی طرح کی اس کی تصویر کو پیش کرنا اور عام کرنا کچھ ایسے معاملات ہیں جن کو فرقہ پرست جماعتیں تنظیمیں وعناصر وقتاً فوقتاً ہوا دیتے رہتے ہیں۔ جس کے اثر سے بعض اوقات ہمارے ذمہ داران۔ ارباب حکومت، افسران، ملازمین بھی نہیں محفوظ رہ پاتے۔ اور یہ زہر پھیلتا ہی جاتا ہے، بدقسمتی سے یہ زہر اس وقت اپنے شباب پر ہے۔ آزادی کے بعد تقسیم ہند کو لے کر اور بعد میں اس کے اثرات کو لے کر اور پھر اوپر بیان کئے گئے مسائل ونکات کو لے کر یہ کڑواہٹ متعصبانہ رویوں کو جنم بھی دیتی رہی ہے اور بڑھاوا بھی۔

اس طرح کے رویوں کو بڑھاوا ملنے میں جہاں ہندو فرقہ پرست عناصر کا دخل ہے، وہیں مسلمانان ہند میں بھی کچھ ایسے عناصر موجود ہیں جو جذباتیت وجنون میں غرق اس حد تک ہوجاتے ہیں کہ چند نا قابل معافی نادانیاں اور غلطیاں کر گزرتے ہیں، جس سے ایک طرف تو اکثریتی فرقہ پرستی کو بڑھاوا ملتا ہے تو دوسری جانب اس بڑھتی ہوئی اکثریتی فرقہ پرستی کو ضروری غذا اور مواد بھی میسر آجاتا ہے، لہٰذا اس کڑواہٹ اور آلودگی کے اثر کو مدنظر رکھتے ہوئے ہی مسلمانان ہند اور ان کی قیادت کو اپنے فیصلے کرنے پڑیں گے، ایسا قوم مسلم کی بھلائی کے لئے تو ضروری ہے ہی، مجموئی قومی مفاد کا تقاضہ بھی یہی ہے۔

مسلم قیادت ایک افسوس ناک تجزیہ

مسلمانان ہند کے پاس بظاہر نہ قائدین کی کمی ہے اور نہ ہی تنظیموں و جماعتوں کی، نہ ہی ایسی شخصیات کی کہ جن کا موضوع بحث ملت اسلامیہ کی بد سے بدتر ہوتی ہوئی صورت حال، اور نہ ہی ایسے حضرات کی کمی ہے کہ جو اس افسوس ناک صورت حال کے ازالہ کے لئے آرزومند ہیں۔ تاہم اس سب کے باوجود بھی آج مسلم معاشری گروہ بندی، آپسی منافرت، ذہنی انتشار ونفسیاتی اضطراب و دیگر ایسے ہی امراض ولعنتوں میں مبتلا بھی ہے اور ان کا شکار بھی۔

میں یہاں مسلم قائدین وتنظیموں و جماعتوں کا احتساب کرنے یا ان پر تنقید وتنقیص کرنے کی غرض سے ان کو اپنا موضوع بحث نہیں بنا رہا ہوں بلکہ میں اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے آگے بڑھنا پسند کروں گا۔ کہ یہ تمام جماعتیں اپنے اپنے پروگراموں کو اپنی بساط کے مطابق چلا رہے ہیں مگر قومی ملی مسائل، اجتماعیت ومشاورت دونوں کا

تقاضہ کرتے ہیں۔ افسوس اس امر کا ہے کہ ایسا کوئی نظام آج ہمارے درمیان میں موجود نہیں ہے۔ اسی وجہ سے ہم ایک ایسے معاشرہ کی شکل میں ابھر رہے ہیں کہ جو سب سے زیادہ اجتماعیت، اتفاق رائے، باہمی مشورے وافہام وتفہیم کا درس دینے والا تو ہے مگر عمل کرنے والا نہیں۔

موجودہ سیاسی قیادت و مسلمانان ہند

جو مسلمان سیاست کے میدان میں ہیں ان میں سے بہت سے اتنی خوشامدوں کے بعد اسمبلی اور پارلیمنٹ کی ممبری یا ایسے ہی کسی اور مرتبہ اور عہدے تک پہونچے ہیں کہ ان میں قومی وملی ذمہ داری کا شعور واحساس ہوتے ہوئے بھی وہ اپنے اس فرض کی ادائیگی سے یا تو احساس کمتری کے باعث مجبور ہیں یا پھر یہ سوچ کر خاموش تماشائی بن کر رہ جاتے ہیں کہ کہیں آقا ناراض نہ ہو جائیں۔ ڈسپلن کی خلاف ورزی نہ ہوجائے، یہ مرتبہ ہم سے چھن نہ جائے۔ آئندہ انتخابات لڑنے کا موقع ملے کہ نہ ملے وغیرہ وغیرہ، جب کہ یہ طبقہ یہ بھولتا ہے کہ اس ملک اور اس نظام میں اگر فرقہ پرست تنظیموں کو بھی اقتدار حاصل ہوگا تو وہ بھی مسلمانان ہند کو نمائندگی دینے پر مجبور ہوں گے۔ بنیادی بات یہ ہے کہ رحم وکرم کی سیاست کا دامن چھوڑنا ہوگا، سینہ ٹھونک کر اپنا حق ونمائندگی لینے کا حوصلہ پیدا کرنا پڑیگا اور اسی کو اپنا شعار بنانا پڑے گا۔

المیہ یہ بھی ہے کہ بہت سے ایسے حضرات بھی سیاست کے میدان میں موجود ہیں کہ جن کو قومی وملی مسائل سے آگاہی ہی نہیں ہے۔

خوف و ہراس کا تعلق

ہندو فرقہ پرستی کے بڑھتے ہوئے رجحانات کو لے کر ہے۔ گورنمنٹی مشنریوں کے بعض اوقات مسلم مخالف روش کو لے کر ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ عام مسلمان اپنے آپ کو غیر محفوظ تصور کرتا ہے، اس کا یہ خوف وبنیادی وجوہات کی بنا پر ہے۔ ایک تو یہ کہ چند سر پھرے جذباتی نام نہاد مسلم قائدین اشتعال انگیز، روش کی بدولت بڑھنے والی نفرتوں کو لے کر ہے اور دوسری جانب اس نفرت سے پیدا ہونے والی شدت پسندی اور تشدد کو لے کر۔ ہے کہ جس کا نشانہ بیچارہ عام مسلمان بنتا ہے اور یہ اپنی سیاسی دوکان چمکاتے ہیں۔

دوسری وجہ بڑھتی ہوئی ہندو فرقہ پرستی وانتظامیہ کے متعصبانہ رویے کو لے کر ہے، کیوں کہ بعض اوقات اس کا مزاج مخالف سمت نظر آتا ہے اور بیچارہ مسلمان اپنے آپ کو ایک ایسی کیفیت میں پاتا ہے جس کا شکار علاوہ اس کے کوئی دوسرا نہیں ہوتا۔

دوسرے درجے کی شہریت کا احساس

اس احساس کی بنیادی وجہ ایک مسلمان کے ساتھ ہونے والا وہ سلوک ہے کہ جس سے روزمرہ کی زندگی میں اس کا سابقہ اور واسطہ پڑتا ہے۔ اس میں ملازمین کے رویے سے لے کر افسران کے رویے تک اپنی نمائندگی و شرکت کی حالت زار کو لے کر، اپنے اندر پلنے والے اور بڑھتے ہوئے احساس محرومی کو لے کر اور اپنے اردگرد کے معاشرہ میں شکوک وشبہات سے لبریز نگاہوں کو لے کر، اپنے آپ کو ایک سوالیہ نشان کی شکل میں پاکر، سیاسی قائدین وجماعتوں کے بہلانے پھسلانے اور بہکانے والے بیانات اور وعدوں کے لے کر تو ہے ہی ساتھ میں اپنی بستیوں، اداروں، معاملات، حالات، اقتصادیات اور سماجی صورت حال کو لے کر بھی اپنے آپ کو احساس کمتری کا شکار ہوتے ہوئے دیکھنا گیا، دوسرے درجے کی شہریت کے احساس کی جانب واضح اشارے تصور نہیں کئے جائیں گے۔

ضرورت ہے عدل وانصاف، غیر جانبداری اور صحت مند رویوں کے قیام و بڑھاوے کی، اس میں برسر اقتدار طبقے سے لے کر مسلم معاشرہ تک، مسلم جماعتوں سے لے کر

تمام اداروں وتحریکوں تک، سیاسی جماعتوں سے لے کر سیاسی قائدین تک، سب کو اپنا اپنا کردار پوری دیانت داری سے ادا کرنے کی ضرورت ہے۔

دوہرے حکومتی و نیم حکومتی اداروں کے معیار

یہ احساس بھی گاہے بہ گاہے زور پکڑتا رہتا ہے۔ اس کی وجہ سے شاید حکومتی افسران میں ایک ایسے طبقے کا پیدا ہوجانا ہے کہ جو حکومتی ذمہ داریوں اور فرائض کی انجام دہی میں اپنی ذاتی سوچ اور متعصبانہ روش کو دخیل ہونے دیتا ہے، جس کے باعث وہ فرائض منصبی کی انجام دہی میں عدل و انصاف وغیر جانبداری کا دامن چھوڑ بیٹھتا ہے۔
اس غیر صحت مند رویئے پر لگام کے لئے افسران کی تربیت کو مزید بہتر، صحت منداور فعال بنایا جائے تا کہ ایسی شکایات کا بروقت ازالہ کیا جاسکے اور غیر صحت مند و منفی رویوں کو معاشرہ میں بڑھنے سے روکا جا سکے جو کہ بعد میں جا کر معاشرہ کے لئے ناسور بن جاتے ہیں۔

مسلم معاشرہ محض استعمال ہونے کی ایک چیز

مسلم معاشرہ محض ایک ووٹ بینک بن کر رہ گیا ہے جس کے مزاج کی شکل کچھ اس طرح کی ہے کہ وہ کسی ایک جذباتی مسئلے کو لے کر ایک فریق سے ناراض اور دوسرے سے بغیر کسی واضح مثبت پہل کے ہی اپنے آپ کو اس کے ہاتھوں میں محض اس کے مفاد کے لئے استعمال ہونے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ دوسرے فریق سے اسی مایوسی کا تجربہ ہوتا ہے جو کہ پہلے سے ہوا تھا۔ اب صورت حال یہاں آپہنچی ہے کہ محض انتشار ہی انتشار ہے، غلط فہمیاں ہی غلط فہمیاں ہیں اور ہم ایک ایسے معاشرہ کی شکل اختیار کر چکے ہیں کہ جس میں کوئی ایسا نظام مشاورت موجود نہیں کہ جو ملی مسائل اور قومی مفادات کی پاسبانی کے فرائض انجام دے سکے اور قوم میں مشروط حمایت ومخالفت کا شعور پیدا کر سکے۔

مسلم قیادت دوسروں کے ہاتھ کا کھلونا

اوّل تو کوئی مسلم قیادت ہے نہیں اور جو ٹوٹی پھوٹی ہے بھی وہ ٹوٹ پھوٹ وآپسی کشمکش کا شکار ہے۔ ان گنت تنظیمیں جماعتیں وقائدین موجود ہیں ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو صحیح اور دوسرے کو غلط سمجھتا ہے۔ قوم جہالت، افلاس اور غفلت کی تاریکی میں اس حد تک مبتلا ہے کہ اس کا اعتماد سب پر سے اٹھ چکا ہے اور ایک مکمل غیر یقینی کی کیفیت سے دوچار ہے۔
الغرض بحیثیت قوم ہماری نفسیات مجروح بھی ہے اور مفلوج بھی، ہم غلط فہمیوں اور خوش فہمیوں کے بھنور میں کچھ اس طرح پھنس چکے ہیں کہ کنارہ دکھائی ہی نہیں پڑ رہا ہے۔ اپنی حالت زار کا ذمہ دار کبھی کسی کو ٹھہرا دیتے ہیں تو کبھی کسی کو اپنی بنیادی ذمہ داری اور فرائض کے احساس سے خالی ایک ایسا معاشرہ بنتے جار ہے ہیں، جس کے اندر انتشار، آپسی کشمکش اور بے چینی اس حد تک بڑھتی جارہی ہے کہ یہ کسی ایسی بڑی غلطی کو جنم نہ دے دے کہ جس سے دشواریاں اور پیچیدگیاں اور بڑھ جائیں، لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ذمہ داران مملکت، گورنمنٹ ادارے و تنظیمیں تمام سیاسی جماعتیں۔ مسلم قائدین دانشور طبقہ مسلم معاشرہ کی اس خاموش بے چینی کے محض تماشائی نہ بنیں بلکہ اس کے ازالہ کے لئے اپنا اپنا کردار بہ طریق احسن ادا کرنے کے لئے آگے بڑھیں۔ یہ مسلم معاشرہ کی بھلائی کے لئے تو ضروری ہے ہی ملک وقوم کی اجتماعی سلامتی، خوشحالی وترقی کے لئے بھی اشد ضروری ہے۔

☆☆☆

تجلیاتِ نعت

حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی

اے شافع امم شہ ذی جاہ لے خبر
للہ لے خبر مری للہ لے خبر

دریا کا جوش، ناؤ، نہ بیڑا نہ ناخدا
میں ڈوبا تو کہاں ہے مرے شاہ لے خبر

منزل کڑی ہے رات اندھیری میں نابلد
اے خضر لے مری اے ماہ لے خبر

جنگل درندوں کا ہے میں بے یار شب قریب
گھیرے ہیں چار سمت سے بدخواہ لے خبر

منزل نئی، عزیز جدا، لوگ ناشناس
ٹوٹا ہے کوہِ غم، میں پر کاہ لے خبر

وہ سختیاں سوال کی وہ صورتیں مہیب
اے غمزدوں کے حال سے آگاہ لے خبر

مجرم کو بارگاہ عدالت میں لائے ہیں
تکتا ہے بے کسی میں تری راہ لے خبر

اہل عمل کو ان کے عمل کام آئیں گے
میرا ہے کون تیرے سوا آہ! لے خبر

باہر زبان پیاس سے ہیں آفتاب گرم
کوثر کے شاہ کثرہٗ اللہ لے خبر

مانا کہ سخت مجرم و ناکارہ ہے رضاؔ
تیرا ہی تو ہے بندۂ درگاہ لے خبر

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ

مقبول دعا کرنا منظور ثنا کرنا
مدحت کا صلہ دینا مقبول ثنا کرنا

دل ذکرِ شریف ان کا ہر صبح و مسا کرنا
دن رات جپا کرنا ہر آن رٹا کرنا

سینہ پہ قدم رکھنا مرا کرنا
دردِ دلِ مضطر کی سرکار دوا کرنا

سنسار بھکاری ہے جگ داتا دیا کرنا
ہے تمہارا ہی سرکار عطا کرنا

کب آپ کے کوچہ میں منگتا کو صدا کرنا
خود بھیک لئے تم کو منگتا کو ندا کرنا

دن رات ہے طیبہ میں دولت کا لٹا کرنا
منگتا کی دوا کرنا منگتا کا بھلا کرنا

ہم عین جفا ہی ہیں ہم کو تو جفا کرنا
اور تم تو کرم ہم پر اے جانِ وفا کرنا

دن رات خطاؤں پر ہم کو تو ہے خطا کرنا
اور تم کو تو عطاؤں پر ہے ہر دم عطا کرنا

ہم اپنی خطاؤں پر نادم بھی نہیں ہوتے
اور ان کو عطاؤں پر ہر بار عطا کرنا

کیوں کفش کفِ پا کو دل سے نہ لگائے وہ
ہے آئینۂ دل کی نوریؔ کو جلا کرنا

ضیائے قرآن

سورہٗ اخلاص مکیہ وبقولے مدنیہ ہے، اس میں ایک رکوع چار یا پانچ آیتیں پندرہ کلمے سینتالیس حرف ہیں۔ احادیث میں اس سورت کی بہت فضیلتیں وارد ہوئی ہیں، اس کو تہائی قرآن کے برابر فرمایا گیا ہے یعنی تین مرتبہ اس کو پڑھا جائے تو پورے قرآن کی تلاوت کا ثواب ملے ایک شخص نے سید عالم ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے اس سورت سے بہت محبت ہے، فرمایا اس کی محبت تجھے جنت میں داخل کرے گی۔ (ترمذی)

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

ترجمہ: (کنزالایمان) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان

تم فرماؤ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے **ف۲** اللہ بے نیاز ہے **ف۳** نہ اس کی کوئی اولاد **ف۴** اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا **ف۵** اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی **ف۶**

تفسیر: (خزائن العرفان) صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان

شان نزول:- کفار عرب نے سید عالم ﷺ سے اللہ رب العزت عزوعلا تبارک وتعالیٰ کے متعلق طرح طرح کے سوال کئے کوئی کہتا تھا کہ اللہ کا نسب کیا ہے کوئی کہتا تھا کہ وہ سونے کا ہے یا چاندی کا ہے یا لوہے کا ہے یا لکڑی کا ہے کس چیز کا ہے کس نے کہا وہ کیا کھاتا ہے کیا پیتا ہے ربوبیت اس نے کس سے ورثہ میں پائی اور اس کا کون وارث ہوگا ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی اور اپنے ذات وصفات کا بیان فرما کر معرفت کی راہ واضح کی اور جاہلانہ خیالات واوہام کی تاریکیوں کو جن میں وہ لوگ گرفتار تھے اپنی ذات وصفات کے انوار کے بیان سے مضمحل کر دیا۔ **ف۲** ربوبیت والوہیت میں صفات عظمت وکمال کے ساتھ موصوف ہے مثل ونظیر وشبیہ سے پاک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ **ف۳** ہر چیز سے نہ کھائے نہ پیئے ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے۔ **ف۴** کیوں کہ کوئی اس کا مجانس نہیں۔ **ف۵** کیوں کہ وہ قدیم ہے اور پیدا ہونا حادث کی شان ہے۔ **ف۶** یعنی کوئی اس کا ہمتا وعدیل نہیں اس سورت کی چند آیتوں میں علم الٰہیات کے نفیس واعلیٰ مطالب بیان فرما دیئے گئے جن کی تفصیلات سے کتب خانے کے کتب خانے لبریز ہوجائیں۔

بہار حدیث

حضور علیہ السلام نے بہت چیزوں سے منع فرمایا اور بہت کا حکم دیا

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ہمیں سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کو منع فرمایا، نیز ریشم و دیباج کا لباس پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع کیا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے زرد ریشم اور مصری ریشمی کپڑوں کے استعمال سے منع فرمایا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے غلہ خرید کر اس کو قبضہ کرنے سے پہلے فروخت کرنے سے منع فرمایا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مسجد کی دیوار قبلہ میں تھوک جما ہوا دیکھا تو اس کو کھرچ کر صاف فرمادیا پھر سامنے اور داہنی جانب تھوکنے سے منع فرمایا، ہاں بائیں جانب اور بائیں قدم کے نیچے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شہری دیہاتی کے ہاتھ فروخت نہ کرے، آپس میں بولی کے ذریعہ چیزیں نہ خریدو، کوئی مسلمان اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور نہ اپنے بھائی کے پیغام پر نکاح کا پیغام دے، اور عورت اپنی مسلمان بہن کو طلاق نہ دلوائے کہ پھر خود اس کا حصہ حاصل کرلے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے پکی اور سرادھ پکی کھجوروں، نیز پکی کھجوروں اور منقیٰ کے شیرہ کے ملانے سے منع فرمایا، لہٰذا ان میں سے ہر ایک کے شیرہ کو علیحدہ رکھا جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مشک کے موںھ سے پانی پینے کو منع فرمایا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے پورے طور کپڑے میں لپٹنے اور اس طرح کپڑا لپیٹنے سے منع فرمایا کہ شرم گاہ کھلی رہ جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان چیزوں سے منع فرمایا۔ شہر کے باہر ہی چیزوں کو خرید لیا جائے اور بازار نہ پہونچنے دیا جائے۔ شہری دیہاتیوں سے خرید وفروخت کریں، عورت اپنی مسلمان بہن کی طلاق کی شرط پر نکاح کرے، کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ کرلے۔ دلالی کرنے، اور جانوروں کو فروخت کرنے کے لئے تھنوں میں دودھ چھوڑے رکھنے سے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع حبل الحبلہ سے منع فرمایا، یہ ایک طرح کی تجارت تھی، جو دور جاہلیت میں رائج تھی، یعنی ایک شخص اونٹنی اس شرط پر خریدتا کہ اس کی قیمت اس وقت دے گا جب وہ بچہ جنے گی اور اس بچہ کے بھی بچہ ہو۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے عید الفطر اور ایام نحر کے روزوں سے ممانعت فرمائی۔ اور کپڑوں میں لپٹنے سے منع فرمایا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے کسی معرکۂ جہاد غزوۂ رسول اللہ ﷺ میں عورت کو مقتول پایا تو حضور نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے ممانعت فرمادی۔

از:- جانشین حضور مفتی اعظم ہند فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں
قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ

باب الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ نماز استسقا باران رحمت کے لئے جنگل میں ننگے سر اور ننگے پیر جا کر نماز پڑھیں شبہہ یہ ہے کہ ننگے سر جائیں نہ کہ ننگے سر نماز بھی پڑھیں۔

فقط محمد شاہد، موضع اودے پور ضلع پیلی بھیت

الجواب:- ننگے سر اور ننگے پیر جانے کا حکم اس لئے ہے کہ اظہار عاجزی ہو اور نماز زیادہ عاجزی کا محل ہے لہٰذا ننگے سر نماز پڑھانا مستحب ہے اور یہ حکم استحبابی ہر نماز میں باقی ہے مگر عام اوقات میں ننگے سر نماز پڑھنا سستی بے پروائی کی پرواہوں کی جرأت کا سبب ہوگا۔ لہٰذا لوگوں کے سامنے عام نمازوں میں ادب یہ ہے کہ بے ٹوپی کے نہ پڑھیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہ

شب ۲۳ر شوال ۱۳۹۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید اور ہندہ نے اپنے جھگڑے کے دوران یہ الفاظ کہے کہ میں تمہارے خاندان پر ناجائز داغ لگاؤں گی یہ سنکر زید نے ہندہ سے کہا کہ اگر تو میرے خاندان پر ناجائز داغ لگاؤ گی تو میں نے تمہیں طلاق دی دی دی اب حضور فرمائیں کہ طلاق ہوگی یا نہیں؟

السائل محمد تقی

الجواب:- فی الواقع اگر زید نے یہی کلمات کہے جو درج سوال ہوئے تو یہ صورت تعلیق کی ہے لہٰذا یہ صورت وجود شرط ہندہ پر تین طلاقیں واقع ہونگی اور ہندہ زید کیلئے ایسی حرام ہو جائیگی کہ بے حلالہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی یہ حکم ان الفاظ مندرجہ کا ہے اور حامل رقعہ نے بتایا کہ زید نے واقعی یہ الفاظ کہے مگر پہلے دفع میں زید و ہندہ کا بیان یوں درج تھا کہ میرا یہی فیصلہ ہے ہندہ اگر تیرا یہی فیصلہ ہے جا لخ اگر واقع یہ ہے کہ زید و ہندہ نے یہ کلمات بولے تو اب فی الحال تین طلاق کا حکم ہے مفتی کا کام اظہار حکم ہے اور حکم خدا اور رسول جل وجلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے جو واقع ہوا اس پر عمل کیا جائے واللہ تعالیٰ اعلم۔ دستخط

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہ

شب ۲۲، شوال ۹۹ھ

حضرت علامہ ازہری صاحب دامت برکاتہم سلام مسنون

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) لاؤڈ اسپیکر پر نماز عیدین و جمعہ وغیرہ پڑھانا یا پڑھنا جائز ہے کہ نہیں؟

(۲) فطرہ یا زکوۃ کے روپیہ سے مسجد کے امام کے واسطے کپڑا یا مسجد میں رہنے کے واسطے کمرہ بنانے میں خرچ جائز ہے یا نہیں؟

(۳) قربانی یا عقیقہ جو مرد یا عورت کے نام سے ہوتا ہے اسمیں ولدیت کا نام لیا جاتا ہے تو کیا مرد کے باپ کا نام لیا جائیگا یا ماں کا نام لیا جائیگا اور عورت کے نام سے قربانی یا عقیقہ ہوتا ہے اسمیں کس کا نام لیا جائیگا ماں کا یا باپ کا نام لیا جائیگا۔ حضور سے گذارش ہے کہ تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں گے۔

فقط والسلام طالب دعا محمد زکریا، چاند پالی مسجد ضلع سیوان (بہار)

الجواب:- لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نماز میں جائز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) بے حیلہ شرعی جائز نہیں حیلہ شرعی یہ ہے کہ زکوٰۃ وفطرہ کی رقم فقیر مسلم کو دیکر مالک بنادیں پھر اس کی خوشی سے مسجد وغیرہ کے لئے لے لیں درمختار میں ہے قد منا ان الحیلة ان یتصدق بھا علی فقیرلم یا مرہ بفعل ھذہ الاشیاء وھل لہ ان یخالف أمرہ لم ارہ والظاھر نعم واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) دونوں کے عقیقہ میں باپ کا نام لیا جائیگا کہ نسب باپ سے لیا جاتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہ

۱۹ر شوال ۹۹ھ

قبلہ وکعبہ اختر رضا خاں صاحب دام اقبالہ

کیا فرماے ہیں علماء کہ زید کی شادی ہوئے قریب ۶ سال ہو گئے اور ابھی ایک بچہ قریب ۴ر سال کا ہے زید کی عورت گھر میں ساس سسر اور جھانی سے ہر وقت لڑائی جھگڑا کرتی ہے یہاں تک کہ وہ گھر میں چوریاں کرنا بھی چالو کر دی تھی، زید نے اسکو کئی بار اچھی طرح سمجھایا اور دوسرے لوگوں سے بھی سمجھایا گیا مگر وہ اپنی حرکت نہیں چھوڑتی ہے زید نے اسکو خاص ہدایت دی کہ وہ اپنے ماں باپ کے گھر نہیں جاوے مگر جیسے ہی زید نوکری پر چلا جاتا ہے تو پیچھے سے وہ اپنے ماں باپ کے یہاں چلی جاتی اور گاؤں میں گھر گھر گھومتی رہتی آخر ایک دن جب زید بھی اپنے گھر پر موجود نہیں تھا تب زید کی عورت اپنے زیور کپڑے صندوق میں ڈالکر اور اپنے بچے کو لیکر اپنے ماں باپ کے گھر چلی گئی اور آج تک واپس نہیں آئی۔ ایسی عورت کیلئے حدیث شریف میں کیا لکھا ہے۔ براہ کرم فتویٰ بھیجنے کی زحمت اٹھاویں۔

عبدالکریم قریشی ہیڈ ماسٹر، بمقام لاڈپورا اوایہ گومنڈ گڑھ

الجواب:- وہ عورت ناشزہ ہے سخت گناہ گار مستحق نار ہے اپنے گناہ سے توبہ کرے ورنہ سخت عذاب کی مستحق رہے گی اور جب تک شوہر کے یہاں نہ پہنچے نفقہ کی مستحق نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر محمد اختر رضا خاں قادری ازہری

۱۸ر شوال ۹۹ھ

بخدمت اقدس حضرت قبلہ وکعبہ سرکار مفتی اعظم ہند صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' سلام مسنون کے بعد آداب گذارش ہے کہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ حضور ﷺ بے پڑھے لکھے تھے یعنی آپکو پڑھنا لکھنا نہیں آتا تھا تو کیا یہ بات صحیح ہے اور اس کا ثبوت قرآن پاک اور احادیث کریمہ سے ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والے شخص کے لئے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ برائے مہربانی اس سوال کا جواب جلد عطا فرما کر کرم فرمائیں۔

حضور سرکار پیرو مرشد کا مزاج شریف خدا کے فضل و عطا سے اچھا ہوگا اور اسکی بارگاہ میں باادب حاجی اسمٰعیل صاحب کی جانب سے اور مولوی محمد عبدالقادر کی طرف سے بہت کثیر دعا سلام عرض ہیں۔

فقط والسلام مع الاکرام ۳۰ر اگست ۷۹ء پنجشنبہ

الجواب:- بے شک ہمارے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وسلم امی لقب ہیں اور امی اسے کہتے ہیں جو اسی حالت پر باقی ہو جس پر وہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا یعنی کسی سے پڑھنا لکھنا نہ سیکھا ہو۔

اور یہ وصف عامۃ الناس میں عیب کا ہے بخلاف ہمارے نبی امی حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے کہ ان میں یہ وصف کمال ہے اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کسی استاد و مذہب اخلاق کا مرہون منت نہ کیا اور بنایا ایسا

دانا کہ سارے عالم کے دانا ان کے آگے ہیچ ہیں بلکہ انکی دانائی ہمارے حضور سرور عالم ﷺ ہی کی دین ہے اور تہذیب سے ناآشناؤں میں ایسا مؤدب وآراستہ اٹھایا کہ خلق مجسم بنادیاقال اللہ تعالیٰ انك لعلی خلق عظیم اور ایک عالم کی بھلائی انہیں کے اخلاق حمیدہ کی پیروی میں ہے قال تعالیٰ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ اور جس طرح علوم واخلاق وعادات میں یہ کمال خاصہ آنجناب ہے اسی طرح یہ لقب امی ان کا خاصہ ہے اور اس کا معظم ومحترم ہونا ضروریات دین سے ہے اور اسے محل تعظیم آنجناب میں بولنا لازم ہے اور اسے محل اہانت میں بولنا قلب وعکس مراد قرآن ہے اور یہ کفر ہے۔ قائل مذکور نے اگر یہ جملہ محل اہانت میں بولا ہوتو ضرور اس پر حکم کفر ہے اور توبہ وتجدید ایمان فرض اور بیوی رکھتا ہوتو تجدید نکاح بھی اوراس کا یہ کہنا کہ آپ کو پڑھنا لکھنا نہیں آتا تھا خلاف واقع ہے جبکہ علم کی نفی مراد ہوجیسا کہ ظاہر پہلو اس کلمہ کا ہے حضور علیہ السلام نے کسی سے پڑھنا لکھنا نہ سیکھا تو حضور پڑھتے لکھتے نہ تھے۔ مگر اتنے سے علم قرأت وکتابت کی نفی نہیں ہوتی جس خدا نے انہیں باوصف امی ہونے کے عالم علوم اولین وآخرین بنایا اس نے انہیں علم کتابت دیا۔ لاجرم حضور علیہ السلام نے کاتب وحی حضرت معاویہ کو بسم اللہ کی کتابت کا طریقہ القا فرمایا حدیث میں ہے الق الداوۃ وحرف القلم واقم البائۃ وفرق السین ولا تعور المیم وحسن اللہ ومدالرحمٰن وجود الرحیم نیز اس میں اہانت کا پہلو ہے لہٰذا احتیاطاً توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح کا حکم ہے درمختار میں ہے ما یکون کفرا یبطل العمل والنکاح وأولاده اولاد زنا وما فیہ خلاف یومر بالاستغفار والتوبۃ و تجدید النکاح واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ میں کہ

(۱) ایک گاؤں یا محلّہ شہر کی جامع مسجد سے تقریباً ڈیڑھ یا دو کلومیٹر اور عیدگاہ سے تقریباً ڈھائی یا تین کلومیٹر دور آباد ہے وہاں کے رہنے والوں نے اس سال پہلی بار بغیر کسی شرعی عذر کے اپنے گاؤں یا محلّہ کی ایک ایسی مسجد میں نماز عید ادا کرلی جہاں کبھی نہ نماز عید ہوئی اور نہ جمعہ اور نہ خود عیدگاہ اور جامع مسجد کو فراموش کردیا گیا ایسا کرنے والے شریعت مطہرہ ﷺ کے مخالف وباغی ہوئے یا نہیں؟ اگر ہوئے تو اس کا کفارہ کیا ہے؟ نماز عید جو کہ واجب ہے ادا ہوئی یا نہیں؟ جب ان سے کہا گیا کہ ایسا کیوں کیا تو فتنہ وفساد کے درپے ہیں اور اپنی طبیعت سے مسائل بیان کرتے ہیں اور اپنے کو عین شریعت مطہرہ کے مطابق بتاتے ہیں حالانکہ اب تک سائل دکھانے سے معذور رہے ہیں۔

(۲) مسجد میں جھوٹ بولنے والے کے لئے کیا حکم ہے؟

(۳) نجدیوں کی تقلید کرنے والے عبدالوہاب نجدی کو اپنا دین وایمان اور پیشوا تسلیم کرتے ہیں اور بھولے بھالے اہل سنت والجماعت کا ایمان لوٹنے کے لئے یوں کہتے ہیں کہ عرب میں تو تم لوگوں کی نماز وہابی تبلیغی جماعت والوں اور تھانوی جی کے چاہنے والوں کے پیچھے ہوتی ہے یا نہیں؟ اور یہی وجہ ہے کہ تم لوگ پڑھتے نہیں مگر حرم شریف خانۂ کعبہ میں جاکر وہابی اماموں کے پیچھے نماز کیوں پڑھتے ہو کیا وہاں پر ہوجاتی ہے؟

(۴) اگر کوئی شخص کعبہ کو سجدہ کرنے کا مدعی ہو کر کعبہ محض سمت کعبہ ہے تو کیا ایمان پر قائم رہیگا؟

(۵) کعبہ شریف عرش معلٰی اور گنبد خضرا علیہ ﷺ میں کسی کو فوقیت حاصل ہے اور کیوں؟

(۶) ''سجود خلائق گشتہ اند'' تفسیر عزیزی میں کس جلد وصفحہ پر ہے؟ اسکی مفصل وضاحت فرمائیں برائے کرم مفصل جواب

صادر فرمائیں اور اپنے رسالہ اعلیٰ حضرت میں بھی شائع فرمائیں عین نوازش ہوگی فقط والسلام۔

ایس۔الدین، پروپرائٹر تاج میلیٹری اینڈ پولس ٹیلر
پرانی منڈی تاج گنج آگرہ

الجواب:- گاؤں میں جمعہ وعید کی نماز صحیح نہیں درمختار میں ہے صلاۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای لانہ استغال بما لایصح لان المصر شرط الصحۃ مگر جہاں پہلے سے جمعہ وعیدین قائم ہوں وہاں عوام کو نہ روکا جائیگا کہ خدا کا نام لینے میں جو کسی طرح اگرچہ مذہب غیر پہ صحیح آتا ہے کہ ممانعت سے وہ پنجگانہ بھی چھوڑ دینگے اسی درمختار میں ہے اما العوام فلا یمنعون عن تکبیر ولا تنفل اصلا لقلۃ رغبتھم فی الخیرات بحر اور نیا جمعہ اور نئی جگہ عید قائم کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔لہٰذا یہ عید کی نماز اگر گاؤں میں پہلی بار پڑھی گئی تو حکم وہی ہے جو گاؤں میں نماز عید کا ہے اور قائم کرنے والے گنہگار ہوئے اور شہر میں پڑھی گئی تو یہ دیکھا جائیگا کہ امام ماذون تھا کہ نہیں اگر امام ماذون تھا تو نماز ہوگئی اور بہتر یہ تھا کہ جامع مسجد یا عیدگاہ میں پڑھتے اور تقلیل جماعت نہ کرتے ورنہ نہ ہوئی اسی درمختار میں ہے نصب العامۃ الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر اما مع عدمھم فیجوز للضرورۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جھوٹ بولنا کبیرہ گناہ لعنت کا کام ہے قال تعالیٰ الا لعنۃ اللہ علی الکاذ بین اور مسجد میں جھوٹ بولنا اور زیادہ ہولناک ہے۔ایسے کو باز رکھا جائے نہ مانے تو مسجد سے باز رکھیں درمختار میں ویمنع منہ کل موذ و لوبلسانہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) کسی بدمذہب کے پیچھے کہیں کوئی نماز پڑھنا ہرگز جائز نہیں جو لوگ نجدی کی اقتدا کرتے ہیں اپنی نمازیں برباد کرتے ہیں اور ہرگز کوئی سنی صحیح العقیدہ اسے نجدی جانکر اقتدا نہ کرتا ہوگا۔ جو نادان و بے خبر ہے تو اس پر کیا الزام ہاں جو دانستہ نجدی کی اقتدا کرے وہ ضرور ملزم ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) کعبہ کو سجدہ کرنا دو احتمال رکھتا ہے کعبہ کی طرف سجدہ کرنا اور اس میں اصلاً حرج نہیں واقعی کعبہ مسجود الیہ ہے اور سجدہ خدا کے لئے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ کعبہ کو مسجود بنانا اور یہ نا جائز ہے کہ سجدہ بہرنوع خدا کے لئے خاص ہے اور قائل کی تکفیر اب بھی نہ ہوگی کہ جب اس کا کلام محتمل ہے تو بھی معنی کفری پر کلام کو ڈھالنا روا نہیں بلکہ اسی معنی پر حمل کرنا ضرور جو غیر کفری ہو درمختار میں ہے اذا کا ن فی المسئلۃ وجوہ توجب الکفر و واحد یمنعہ فعلی المفتی المیل لما لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علیٰ محمل حسن او کان فی کفرہ خلاف ولورواۃ ضعیفۃ ہاں اگر مدعی تصریح کرے کہ میں کعبہ کو معبود جانتا ہوں تو اب ضرور کافر ہے کہ کفری معنی مراد ہونے کی تصریح کر چکا اسی درمختار میں ہے ثم لو نیۃ ذلك فمسلم و الالم یمنعہ حمل المفتی علی خلافہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) صفحہ ۲۲۹ تفسیر عم مطبع مجتبائی میں ہے و در نشیمن دواز دھم محبوب نازنینے ماہ جبینے بلکہ کعبہ مثال کہ تجلی جمال الٰہی بدان او را آشیانہ خود ساختہ وطور تمثال کہ انوار حسن از یکے بر ان تافتہ شان محبوبیت الٰہی در و جلوہ گر شدہ صد دلہا بجاذبہء محبت می کند و ہزاراں ہزار عاشق حسن ازلی دیوانہ و بے توقع منفعت و استفادہ کمالے از دور دست بجاذبہء بندہ او دویدہ می آیند و بر آستانہ از سجدات می کند و مشتاق لمعہ از جمال او بیند و ایں مرتبہ ازاں مراتب کہ ہیچ کس دراز بشرف نداده اند مگر بطفیل ایں محبوب مقبول برخے از اولیاء است کہ او را سمعہ از محبوبیت آں نصیب شدہ و مسجود خلائق و محبوب دلہا گشتہ اند مثل حضرت غوث الاعظم وسلطان المشائخ نظام الدین اولیاء قدس اللہ تعالیٰ سرھما واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری

حالات حجاز مقدس میں پاسبان سنیت شیخ علامہ سید محمد علوی مالکی

از:- علامہ یٰسین اختر مصباحی مہتمم دارالقلم دہلی

شہیر عرب وعجم محدث حجاز حضرۃ الشیخ السید محمد بن علوی بن عباس المالکی الحسنی المکی بتاریخ ۱۴ر رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۹ر اکتوبر ۲۰۰۴ء اچانک اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت سید محمد علوی مالکی رحمۃ اللہ تبارک وتعالیٰ حجاز مقدس کے ایک اصیل وقدیم حسنی خانوادہ کے چشم و چراغ تھے۔ مکہ مکرمہ آپ کا آبائی مقام تھا۔ مدینہ منورہ میں بھی آپ کی سکونت تھی، حجازی عوام دل وجان سے آپ کے عاشق و مداح تھے۔ خطۂ حجاز میں آپ کی مقبول شخصیت قابل رشک حیثیت کی حامل تھی، آپ کے دینی وعلمی خانوادہ کو حرمین طیبین میں ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔

راقم السطور اور صدیق مکرم مولانا افتخار احمد قادری مصباحی (موجودہ شیخ الحدیث دارالعلوم قادریہ غریب نواز، لیڈی اسمتھ افریقہ) کو آپ کے گھر واقع مکہ مکرمہ کی روزانہ منعقد ہونے والی ایک محفل میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں جب ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء میں شرکت کی سعادت ملی تو آپ نے اپنی مطبوعہ کتابوں کے ساتھ مسلسلات واسانید کریمہ کی اجازت سے بھی ہم دونوں کو نوازا تھا۔ ریاض سعودی عرب میں قیام کے زمانہ ہی میں آپ کی ایک مختصر کتاب "حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف" کا ترجمہ بنام "جشن میلاد النبی" راقم نے کیا تھا۔ پھر دہلی آنے کے بعد قریب دس سال پہلے آپ کی مشہور زمانہ تصنیف "مفاهیم یجب ان تصحح" کا ترجمہ بھی بنام "اصلاح فکر واعتقاد" کیا۔ یہ دونوں کتابیں ہندو پاک میں شائع اور مقبول ہو چکی ہیں۔

ابھی چند ماہ پیشتر آپ ہندوستان تشریف لائے تھے مرکز الثقافۃ السنیۃ کالی کٹ کرالہ کی دعوت پر اس کی کانفرنس میں آپ نے شرکت فرمائی۔ پھر ممبئی کا سفر کیا جہاں رضا اکیڈمی ممبئی نے آپ کے لئے استقبالیہ پروگرام کیا۔ وہاں سے آپ دہلی تشریف لائے اور جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر رضا خاں قادری رضوی ازہری مدظلہ العالی کی دعوت پر بریلی شریف پہنچ کر بڑی عقیدت کے ساتھ بارگاہ رضوی میں حاضری دی۔ اس سفر میں دہلی سے بریلی تک میں بھی آپ کا رفیق سفر تھا۔

آپ کے والد ماجد حضرۃ السید الشریف علوی بن عبس المالکی الحسنی المکی (متولد ۱۳۲۸ھ/ متوفی ۱۳۹۱ھ) ایک عظیم عالم وفاضل اور جلیل القدر محدث تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے خانوادہ حسنیہ علویہ میں بعض ایسی احادیث وروایات بھی اب تک رائج ومعمول ہیں جن کی سند ابا عن جد عہد رسالت سے ہی چلی آرہی ہے۔ یہ بہت بڑا شرف واعزاز ہے جو اس مبارک ومقدس خانوادہ کو صدیوں سے حاصل ہے۔

شیخ عبد الحلیم محمود شیخ الازہر الشریف قاہرہ مصر حضرۃ السید الشریف علوی بن عباس المالکی کے وصال (۱۳۹۱ھ) کے موقعہ پر خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

والسید علوی المالکی کان رحمۃ اللہ من دعا ئم الحرم المکی الشریف۔ وان درسہ العلمی المبارک بجوار باب السلام فی الحرم المکی الشریف الذی ورثہٗ عن والدہ السید عباس المالکی قداز دھر بنور العلم، ونشرۃ تفسیراً للقرآن الکریم، وشرحاً للحدیث

الشریف ، وفقهاً ، ولغةً، وادباً(ص:۷۷صفحات مشرقة ـ ،كه المكرمة ١٤٢٤ھ)

شیخ حسنین محمد مخلوف مفتی مصرورکن مجلس تاسیسی رابطہ العالم الاسلامی مکہ مکرمہ لکھتے ہیں۔

السيد علوى المالكى عالم جليل، وفقيه متجر، وصديق وفتى، صادق الوعد، كريم المعشر، حسن اللقاء، محب للخير، عطوف علىٰ البؤساء، دائب علىٰ الوفاء، صادق فى القول والفعل، مرموق بالا جلال والتوقير من الخاصه والعامة۔(ص۷۱، صفحات مشرقة)

متعدد دینی وعلمی تصنیفات حضرت علوی بن عباس مالکی میں سے چند کے نام یہ ہیں:

(١)حاشية فيض الخبير على شرح منظومة اصول التفسى

(٢)فتح القريب المجيب علىٰ تهذيب الترغيب والترهيب

(٣)المواعظ الدينية

(٤)العقد المنظم فى اقسام الوحى المعظم۔

(٥)المنهل اللطيف فى احكام الحديث الضعيف

(٧)نيل المرام تعليق علىٰ عمدة الاحكام

(٨)شرح بلوغ المعرام

مشہور عربی ادیب وشیخ محمد عمر خیاط آپ کے گھر منعقد ہونے والی مسلسل محافل میلاد النبی ﷺ کی یاد تازہ کرتے ہوئے اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ

شئى مهم جدا اريد ان اضيفه: كنا منجلس فى مجلس السيد علوى فى مجلس المؤلد، وكان حاضر آفيه الشيخ حسن لبنى ، والشيخ زينى بويان،و عباس مقادمى ، وكان اذا انشد المنشد استجمع الجميع بادب ووقار، دون صياح، لان لاحاضرين يحشون بهيبة صاحب المولد، ويتصورون انه جالس معهم كما يقول صاحب المولد:

بتشخيص ذات المصطفىٰ وهو حاضر
بـاى مقـام فيـه يذكر بل دان

والجميع يجلس بالادب والوقار والاستماع ، كما يجلسون فى مجالس الملوك والامراء، ولا احد يقدر ان يرفع صوته بالاستحسان والاعجاب، احتراماً لكبير المجلس، اولكبراء المجلس من العلماء والافاضل ـ بل واحتراماً لصاحب الذكرىٰ۔

ولهذا عند ذكر الولادة يقوم الناس فيما يستمى بالقيام احتراماً للذكرى النبوية وليس كما يتصور بعض الجهلة (ص١٨٦ ، صفحات مشرقه)

حضرت سید علوی مالکی کے فرزند جلیل حضرت سید محمد علوی مالکی کا دینی وعلمی اثر ورسوخ عوام وخواص اور امراء و ملوک سب کے درمیان تھا۔ قطب مدینہ حضرت مولانا الشیخ محمد ضیاء الدین قادری مہاجر مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے صاحبزادۂ عظیم المرتبت حضرت مولانا فضل الرحمٰن قادری مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ طیبہ کی ایک ملاقات میں راقم سطور سے بیان فرمایا کہ "مسلک اہل سنت کے اتباع اور محفل میلاد کے اہتمام کی وجہ سے نجدی وسلفی شیوخ وعلماء حضرت سید محمد علوی مالکی سے عناد ومخاصمت رکھتے تھے اور ان کی کوشش ہوا کرتی تھی کہ کسی طرح حکام وامراء نجد کو تیار کر کے آپ کے خلاف کچھ اقدام اور قید وبند کا سلسلہ شروع کیا جائے، لیکن اہل حجاز کے درمیان آپ کی مقبولیت اور عالم اسلام کے متوقع احتجاج کی وجہ سے ایسا کوئی بڑا اضطراب انگیز قدم اٹھایا جانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ علماء وشیوخ حرمین نے آپ کے حرمین نے آپ کے وقار کو امراء مملکت اور خود شاہ فہد پر واضح کرنے کے لئے ایک بار باہمی مشورہ کر کے ایک نہایت مناسب اور مؤثر تدبیر اختیار کی۔ انہوں نے طے کیا کہ فلاں موقعہ پر جب پر تبادلۂ خیال کے لئے جس وقت فلاں مقام پر جمع ہوں گے اس وقت سب سے آخر میں حضرت سید محمد علوی تشریف لائیں گے اور ان کے احترام واکرام میں سبھی علماء وفضلاء وشیوخ کھڑے

ہوجائیں گے، اس طرح شاہ فہد و دیگر ارکان حکومت اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ اہل حجاز اپنے شیخ ومربی حضرت سید محمد علوی مالکی کا کتنا ادب اور کتنی توقیر کرتے ہیں۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا بھی کہ اس خاص محفل میں آپ سب سے آخر میں تشریف لائے اور سبھی علماء شیوخ حجاز آپ کو دیکھتے ہی جب کھڑے ہوئے تو انہیں کھڑا ہوتا ہوا دیکھ کر شاہ فہد بھی کھڑے ہوگئے۔

بارہ پندرہ سال پہلے کی ایک ملاقات میں شاہ احمد نورانی صدیقی صدر جمعیۃ العلماء پاکستان نے مجھ سے بیان کیا کہ نجدی علماء جب حضرت سید محمد علوی مالکی کی محققانہ تصانیف اور اظہار حق سے پریشان اور نالاں ہوئے تو انہوں نے ایک بڑا وفد لے کر شاہ فہد سے ملاقات کی اور ان کے خلاف شکایات کا دفتر کھول دیا۔ شاہ فہد نے سب کچھ سننے کے بعد صرف ایک جملہ کہا کہ خلوا سبیلہ انہیں چھوڑ وہ جو کر رہے ہیں انہیں کرنے دو۔ یہ فیصلہ کن شاہی حکم سن کر سلفی نجدی وفد خائب وخاسر ہوکر واپس ہوگیا۔

۱۳؍ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء کی ملاقات کے بعد میرے ایک عریضہ کا جواب دیتے ہوئے حضرت سید محمد علوی نے میرے نام ایک والا نامہ تحریر کیا تھا جس کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد علوی المالکی ۲۳/۲/۱۴۰۳ھ

خادم العلم الشریف بالبلد الحرام

حضرۃ المکرم الشیخ محمد یسٓ حرسہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اما بعد!

آپ کا کرم نامہ ملا جس سے بے پناہ خوشی ہوئی۔ اللہ آپ کو برکتیں عطا فرمائے۔ اپنے حفظ وامان میں رکھے اور امت مسلمہ کے لئے آپ کو نفع بخش بنائے آمین

جن جلسوں اور کانفرنسوں میں مجھے مدعو کیا گیا یا جن میں میں نے شرکت کی وہ بکثرت ہیں۔

مشہور کانفرنس یہ ہیں۔

(۱) الملتقی الاسلامی، ہفتم، الجزائر

(۲) جشن تعلیمی (دارالعلوم) لکھنؤ (ہند)

مقالات پیش کرنے اور اجلاس میں شرکت کرنے کے لئے دنیا کے مختلف علاقوں سے مجھے دعوت ملی مثلاً

(۳) مرکز اسلامی جکارتہ، انڈونیشیا (۴) مرکز جمعیات اسلامیہ، کناڈا (۵) ندوۃ الامام مالک فاس، مراکش (۶) مؤتمر علماء مالکیہ، لندن، برطانیہ (۷) مؤتمر علماء مسلمین، مالابار، ہند (بین الاقوامی) مقابلۂ قرآن حکیم، حکومت سعودی عرب کی تین بار صدارت کی۔ پھر معذرت کردی۔

رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے ثقافتی مواقع پر افتتاحی خطاب کے لئے دس سال تک شرکت کی۔

میں نے اپنی بیشتر کتابیں آپ کو اور شیخ افتخار احمد قادری کو دے دی ہیں۔ اس وقت مسجد حرام میں جن کتابوں کا درس دے رہا ہوں ان کے اسماء یہ ہیں۔ صحیح بخاری، سنن ابی داؤد، سنن ترمذی، بلوغ المرام، مؤطا امام مالک، المشکوٰۃ اور تفسیر قرآن۔

والد محترم (السید علوی بن عباس المالکی) کی ولادت ۱۳۲۸ھ میں مکہ مکرمہ میں ہوئی ان کی مشہور تصانیف یہ ہیں۔

(۱) ابانۃ الاحکام شرح بلوغ المرام (۲) نیل المرام شرح عمدۃ الاحکام (۳) فیض الخبیر فی اصول التفسیر (۴) المواعظ الدینیۃ (۵) نفحات الاسلام۔

میرے اساتذہ بہت ہیں، مشہور ہیں (۱) میرے والد سید علوی عباس مالکی (۲) شیخ عمر حمدان (۳) حبیب اللہ شنقیطی (۴) شیک محمد علی مالکی (۵) شیخ عبدالقادر شلبی مدنی (۶) شیخ محمد عبدالباقی ایوبی لکھنوی ثم مدنی۔

اور بہت سے ہیں جنہیں اپنی ایک مخصوص کتاب میں

میں نے ذکر کیا ہے، اس کتاب کی مراجعت کی جائے۔

هذا وبالله التوفيق ودمتم۔

سابق وزیر حکومت سعودیہ ڈاکٹر عبدہ یمانی اپنے محترم و مکرم استاذ حضرت الشیخ علوی بن عباس مالکی (متوفی ۱۳۹۱ھ) کو اپنے ایک مضمون میں اس طرح خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

رجل من رجالات العلم وعلم من اعلام مكة المكرمة، وعالم من علماء الحرم المكي الشريف، وكانت له حلقات خاصة به، يفد اليها من اهل مكة المكرمة، وينتفعون بذلك العلم، ويتنا قلونه بينهم، ويصحبون اولادهم الىٰ هذه الحلقات، كام كان له عناية خاصة بالطلاب الوافدين من خارج المملكة منااليمن، وحضر موت، وأندو نيسيا، وما ليزيا، ومن البلاد الأفريقية، وكان يرعاهم رعاية خاصة ويحنو عليهم، ويأخذ بأيديهم (ص ٢٢، صفحات مشرقة)

چند سطروں کے بعد اس مدح و تحسین کے ضمن میں اپنے استاذ زادہ حضرت الشیخ السید محمد علوی مالکی (متوفی ۱۴۲۵) کا ذکر کرتے ہوئے محمد عبدہ یمانی لکھتے ہیں۔

وسبحان الله الذى غرس في ذرية هذا العالم الجليل حب العلم والعماء، وخدمة السيرة النبوية، فبرز العالم الجلي السيد الكتور محمد علوى المالكي رجل علم، فهو فقيه ومحدث، ومن علماء مكة المكرمة وقد شرفه الله فجعل بيته مدرسة لطلاب العلم من اهل مكة المكرمة الذين يحضرون لتلقى دروس خاصة في الحديث، السيرة النبوية، والفقه، والذين يأتون الى مكة المكرمة فكان حريصا على اكرامهم، وتزويدهم بكل مايلزمهم من تفقات، ويوفر لهم الا مكانات للدارسة والاقامة، ثم يتخرجون فيعودون ال بلا دهم مكة المكرمة ١٤٢٤ھ)

اپنے ایک طویل دیباچہ بعنوان "پیغام ح "اصلاح فکر واعتقاد" مطبوعہ ۱۴۱۵ھ/مطابق ۱۹۹۵ء میں راقم السطور نے اپنے خیالات وجذبات کا اس طرح اظہار کیا تھا۔

"تاریخ اسلام کا ماضی وحال گواہ ہے کہ جب بھی کسی فتنہ نے سر اٹھایا جب بھی تخریبی عناصر نے اسلام کے خلاف کوئی سازشی جال پھیلایا۔ جب بھی کسی گوشہ سے خرمن اسلام کو آگ لگانے کے لئے چنگاریاں بھڑکائی گئیں، اور جب بھی اشرار واعداء نے قافلۂ اسلام پہ شب خوں مارنے کی تیاری انہیں ایام مین پردۂ غیب سے کوئی نہ کوئی مرد میدان نمودار ہوا۔ مسلم معاشرہ کے بطن کوئی نہ کوئی فرزند عظیم پیدا ہوا۔ کسی نہ کسی منفذ سے روشنی پھوٹی، کسی نہ کسی جہت سے کسی شیر نیستان اسلام کی دہاڑ گونج اور کوئی نہ کوئی صف در صف شکن مجاہد شمشیر بکف ہوکر معرکہ حرب وضرب کی کمان سنبھال کر آگے بڑھا جس کے نعرۂ حق اور ضرب ید اللہی سے میدان وغا تھرا اٹھا، جس کی دعوت مبازرت سے صف اعداء میں ہلچل مچ گئی اور جس نے لشکر باطل کی بساط الٹ دی۔ اس کے قلعہ میں شگاف ڈال دی۔ اس کے ہر سازشی جال کو تار عنکبوت کی طرح بکھیر کر رکھ دیا، اور اس کی عظمت کا پردہ چاک کر کے ہر طرف نور ایمان کا اجالا پھیلا دیا۔

زیادہ دور کیوں جایئے عہد عباسی پر ایک نظر ڈالئے مامون الرشید عباسی نے شاہی طنطراق اور سلطانی کروفر کے ساتھ فتنۂ خلق قرآن اٹھایا تھا اور اس نے اپنی سطوت و صولت کی بنیاد پر خلق قرآن کا عقیدہ ماننے کے لئے علماء اسلام کو مجبور کرنا چاہا، ابن الوقت علماء کی کسی زمانہ میں کمی نہیں رہی ہے، انہوں نے اس فتنہ کی پشت پناہی کی۔ معدودے چند علماء حق اس فتنہ کے خلاف سینہ سپر رہے جن کے سرخیل اپنے وقت کے عبقری فقیہ اور اسلام کے فرزند جلیل حضرت امام احمد بن حنبل (وصال جمعۃ المبارک بتاریخ ۱۲؍ربیع الاوّل ۲۴۱ھ) ہیں۔

امام احمد بن حنبل کی بے لباس پشت پر تازیانے برسائے گئے اور انہوں نے زخم پر زخم سہے مگر ان کی زبان سے یہی صدائے حق بلند ہوتی رہی کہ۔ القرآن کلام اللہ غیر مخلوق، قرآن کلام الٰہی ہے مخلوق نہیں ہے۔

مغلیہ دور حکومت پر ایک سرسری نظر ڈالئے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی (وصال ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے دور اکبری و جہاں گیری کے فتنۂ دین الٰہی اور اس کی باطل سرگرمیوں کا اس استقامت کے ساتھ مردانہ وار مقابلہ کیا کہ سلطان وقت کے سامنے سر جھکانے سے انکار کی پاداش میں قید و بند کی صعوبتوں سے گزارے گئے مگر آپ کے پائے ثبات واستقامت نے ذرا بھی لرزش ولغزش نہ کھائی اور وہ اپنی زبان اپنے عمل اور اپنے مکتوبات کے ذریعہ غیر اسلامی حرکات ومنکرات کی بیخ کنی اور اسلامی اصول ونظریات کا پوری قوت سے تحفظ ودفاع تا حیات کرتے ہی رہے۔

حکومت وقت کے سامنے امام احمد بن حنبل اور مجدد الف ثانی کسی طرح نہ مرعوب وخائف ہوئے اور نہ انہوں نے اس کے جبروت ودبدبہ کی کوئی پرواہ کی۔ شدائد وآلام سے دوچار اور اس پر زنداں ہو کر بظاہر وہ مجبور وبے بس نظر آتے تھے لیکن چشم حقیقت سے اگر دیکھا جائے تو شاہی رعب وجلال خودان کے سامنے بے بس اور سرنگوں ہو گیا تھا کیوں کہ افضل الجھاد کلمة حق عند سلطان جائر پر عمل کر کے انہوں نے اپنے ایمانی عزم وصلابت کا ایسا جیتا جاگتا نمونہ پیش کیا کہ امراء وحکام بھی دم بخود رہ گئے۔ ایسے ہی شیران حق کا مجاہدانہ کردار دیکھ کر یہ شعر پڑھنے کو جی چاہتا ہے

آئین جواں مرداں حق گوئی وبے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

برطانی استعمار کے زیر اثر خطۂ نجد سے اٹھنے والا بگولہ جس طرح حجاز مقدس پر طوفان کی طرح چھا گیا اور حرمین شریفین پر آل سعود نے جس طرح پنجہ گاڑا اس کی تاریخ بھی کچھ کم انسانیت سوز اور دردناک نہیں۔ خطۂ نجد کے ساتھ ۱۹۲۵ء میں پورے حجاز مقدس پر آل سعود کا قبضہ ہوا۔ سیکڑوں علماء ومشائخ اور ہزاروں مسلمان تہ تیغ کر دیے گئے۔ مساجد ومشاہد ومقابر کی جس پیمانہ پر بے حرمتی اور شکست وریخت ہوئی۔ جنت المعلیٰ (مکہ مکرمہ وجنت البقیع (مدینہ منوہ) کو جس طرح کھنڈر میں تبدیل کیا گیا وہ تاریخ حجاز کے صفحات پر خون بن کر جذب ہو چکا ہے اور اس کی سرخی اب بھی قلب مسلم کو خون کے آنسو رلاتی ہے۔

شیخ ابن تیمیہ حرانی (متوفی ۷۲۸ھ) اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی (متوفی ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۲ء) کی منحرفانہ فکری ونظریاتی اساس پہ حکومت سعودی عرب کا قیام عمل میں آیا اور اسی فکر ومسلک کے مبلغ وترجمان کی حیثیت سے ساری دنیا میں اس کی شہرت اور سرگرمی ہے۔

جو حضرات سعودی فکر ومزاج سے کسی حد تک بھی واقف ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مملکت سعودیہ محض حرص اقتدار وہوس حکمرانی کی پیداوار ہے، اسلام کا نام وہ صرف زیب داستان کے لئے استعمال کرتی ہے، مزید بر آں اہل مملکت پر پابندی وقدغن کا حال یہ ہے کہ آج بھی ہر سعودی باشندہ زبان حال سے یہ فریاد کرتا ہوا ملتا ہے کہ۔

یہ دستور زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری

مملکت سعودی عرب دو حصوں پر مشتمل ہے۔

(۱) **نجد**: جس میں ریاض، ظہران، دمام، الخبر، احساء، عسیر، قطیف وغیرہ ہیں۔

(۲) **حجاز**: جس میں مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، طائف، جدہ وغیرہ ہیں۔

آل سعود کا آبائی وطن شہر ریاض سے متصل درعیہ (نجد) اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا عینیہ (نجد) ہے۔

نجدی عموماً جنگجویانہ فطرت رکھتے ہیں اور شقاوت و بد بختی ان کی تاریخ کا ایک بڑا حصہ ہے۔ ذوالخویصرہ تمیمی و مسلیمہ کذاب نجد ہی کا رہنے والا تھا۔

حجاز کی غالب اکثریت سنی مسلمانوں پر مشتمل ہے جو ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کے فقہی مقلد ہیں۔ ساتھ ہی وہابی تحریک و سعودی اقتدار سے بیزار اور متنفر بھی ہیں۔

سرکاری محکمہ جات واداروں پر سعودیوں کا غلبہ ہے جس کے حجازی شدید مخالف ہیں اور انہیں اچھی طرح یاد ہے کہ ملک عبدالعزیز بن سعود نے ۱۹۲۵ء میں حجاز پر قبضہ کے وقت عالم اسلام سے وعدہ کیا تھا کہ وہ حجاز اہل حجاز کے حوالہ کردیں گے مگر یہ واجب الایفا، وعدہ آج تک پورا نہ ہوسکا۔

اہل حجاز سعودی جبر و تشدد کے خوف سے اس کے خلاف کوئی منظم تحریک نہیں چلا پاتے۔ البتہ اپنے اضطراب کے اظہار کے لئے مجلس شوریٰ کی تشکیل جیسے مطالبات وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں جس کے جواب میں آل سعود کی جانب سے انہیں طفل تسلیاں دی جاتی رہتی ہیں اور

خواب سے بیدار ہوتے ہیں حجازی جب بھی
پھر سلادیتی ہے ان کو نجدیوں کی ساحری

۱۴۰۳ھ کی بات ہے۔ سعودی جاسوسوں نے اپنی حکومت کو یہ اطلاع دی کہ مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ میں گھر گھر محافل میلاد شریف کا رواج بڑھتا جا رہا ہے۔ مخبروں نے بے شمار گھروں کی نشان دہی بھی کی ہے، جس کے بعد سعودی پولیس حرکت میں آئی اور بزم میلاد رسول منعقد کرنے کی پاداش میں سیکڑوں غیر سعودی مسلمان جو پچاس پچاس سال سے وہاں ملازم و مقیم تھے انہیں، جبراً ملک بدر کر دیا گیا۔ درجنوں مقامی شہریوں کو جیل میں ڈال دیا گیا اور کئی ممتاز شہریوں کو زجر و توبیخ کر کے ان کے گھروں کی محافل میلاد پر پابندی عائد کردی گئی۔

حجاز مقدس کے سب سے معروف و جلیل القدر اور بااثر عالم دین فضیلۃ الشیخ محمد بن علوی بن عباس مالکی مکی استاذ حدیث حرم مکہ مکرمہ کے گھرانے کا قدیم معمول یہ تھا کہ روزانہ شب میں محفل میلاد کا انعقاد ہوتا اور اختتام محفل پر حاضرین کی ضیافت کی جاتی۔ مخبروں کی اطلاع پر آپ سے بھی پوچھ گچھ کی گئی اور نہ صرف یہ کہ آپ کے گھر کی محفل میلاد پر پابندی عائد کی گئی بلکہ مسجد حرم شریف میں روزانہ ہونے والے درس حدیث کا سلسلہ بھی بند کرادیا گیا اور آپ کے غیر ملکی اسفار بھی احتساب کی زد میں آگئے۔ حکومت سعودیہ کے اس روایتی جابرانہ اقدام پر اہل حجاز اس کے علاوہ اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ۔

بہ لوح تربت من یافتند از غیب تحریرے
کہ ایں مقتول راجز بے گناہی نیست تقصیر

رفتہ رفتہ حالات میں نرمی اور دارو گیر میں کمی آئی۔ اس درمیان شیوخ و علماء نجد نے سید محمد بن مالکی کو علمی و فکری سطح پر اپنا خصوصی نشانہ بنایا، کیوں کہ حجاز مقدس میں آپ کی دینی وجاہت، علمی شخصیت اور ہمہ گیر مقبولیت ان کے لئے سوہان روح سے کم نہیں۔

سارے عالم اسلام میں علامہ سید محمد بن علوی مالکی کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ یمن، انڈونیشیا، ملیشیا، وغیرہ میں آپ کے ہزاروں تلامذہ و مریدین پھیلے ہوئے ہیں۔ اس لئے نجدی علماء نے آپ کو زیر کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اپنے حکومتی اثرات کا سہارا لے کر آپ کو خاموش کرنا چاہا۔ کئی ایک مباحثے کئے۔ آپ کے خلاف مضامین اور کتابیں شائع کر کے مفت تقسیم کی گئیں اور آپ کو دل کھول کر مبدع و ضال کہا گیا۔

"الذخائر المحمدیة" جو آپ کی مشہور تالیف ہے جس میں حضور اکرم ﷺ کے محامد و محاسن و فضائل و کمالات اور خصائص و امتیازات پر ایمان افروز مواد جمع کر دیا گیا ہے، اس کے خلاف بھی واویلا مچایا گیا اور نجدی حلقوں میں اس

کتاب پر زبردست حملے کئے گئے۔

خصوصیت کے ساتھ شیخ عبد اللہ بن سلیمان بن منیع نے شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کی تحریک پر علامہ سید محمد بن علوی مالکی پر اعتراضات واتہامات کی بوچھار کردی۔ ابن منیع کی کتاب "حوار مع المالكي في رد منكراته وضلالاته" اور اس کا اردو ترجمہ "علوی مالکی سے دو دو باتیں" جو راقم سطور کے پاس بھی موجود ہیں، انہیں سعودی عرب کی جانب سے پوری دنیا میں بڑے پیمانہ پر مفت تقسیم کی گئی۔

فضیلۃ الشیخ سید محمد بن علوی مالکی کی دینی حمیت اور ان کا جذبۂ محبت رسول یوں تو پہلے بھی بیدار تھا لیکن اب وہ غیرت عشق کے مرحلہ میں داخل ہو گیا اور آل الشیخ (خاندان شیخ نجدی) وآل السعودی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں للکارتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

سنو! اے ظالمو! اور نادانو! اپنی زبان وقلم کو اپنے قابو میں رکھو۔ کتاب وسنت پر مبنی مسلک اہل سنت وجماعت جس پر میں اور اہل حجاز گامزن ہیں یہ مسلک رسول اللہ ﷺ وخلفاء راشدین واہل بیت اطہار وصحابہ کرام وتابعین وتبع تابعین وائمہ اربعہ ومفسرین ومحدثین وفقہاء وعلماء اسلام کے ذریعہ متوارث طور پر ہم تک پہنچا ہے۔ اسی مسلک سے وابستہ مسلمان سواد اعظم ہیں اور یہی مسلک صراط مستقیم ہے۔ سلف صالحین اسی جادۂ حق پر چل کر جوار رحمت باری کی نعمتوں سے ہمکنار ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے ہمیں بھی اسی مذہب مہذب اہل سنت وجماعت کا دامن مضبوطی سے تھامے رہنے کی تاکید وہدایت فرمائی ہے۔ اس لئے ہم اپنے کسی بھی موقف سے دست بردار ہونے کے لئے کسی بھی قیمت پر تیار نہیں۔ یہ ہمارا محکم اور نا قابل تزلزل فیصلہ ہے۔ اور اس کی صحت پر ہمارا بھرپور یقین واذعان بھی ہے۔

تم ہمیں اصلاح کی دعوت نہ دو، بلکہ خود اپنی اصلاح کرو۔ اور اپنے انحراف وکج روی کو سلف صالحین کی راہ پر آجاؤ۔ امت مسلمہ کے ساتھ بدگمانی اور اس پر بے بنیاد الزامات شرک وبدعت لگانے کی پرانی روش ترک کرڈالو۔ اور اگر یہ نہیں کرسکتے تو اللہ کے بندوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ اسی میں تمہاری عافیت اور بھلائی ہے۔

مجھ سے تمہیں کوئی بات منوانی ہے تو اس کا صرف ایک طریقہ ہے اور اس سے الگ ہٹ کر کسی بھی جبر وقہر اور حکومت واقتدار کے بل پر تم مجھ سے کوئی بات نہیں منوا سکتے۔ یہ طریقہ کوئی نیا نہیں بلکہ پرانا اور بہت پرانا ہے جسے امام احمد بن حنبل نے عباسی خلیفہ معتصم باللہ کو بتایا تھا اور فتنہ خلق قرآن کے جواب میں فرمایا تھا۔ اعطوني شيئا من كتاب الله او من سنة رسوله حتى اقول به۔

مجھے کتاب اللہ کی کوئی آیت یا رسول اللہ کی کوئی سنت دکھاؤ تب میں تمہاری بات مان سکتا ہوں۔

یہ ہے وہ اعلان حق جو قلب حجاز مکہ مکرمہ میں بیٹھ کر سید محمد بن علوی مالکی نے کیا اور قیام حکومت سعودی عرب کے بعد اس جذبۂ حق گوئی وقوت ایمانی کا اظہار اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے حصہ میں مقدر کر رکھا تھا جس کا ثبوت آپ کی شہرۂ آفاق کتاب "مفاهيم يجب ان تصحح (مطبوعه: قاهره مصر۔ ١٤٠٥ھ/ ١٩٨٥ء) ہے۔

علامہ سید محمد بن علوی مالکی نے مفاہیم یجب ان تصحح (اصلاح فکر واعتقاد) لکھ کر اعلاء کلمۂ حق کا عظیم ترین فریضہ انجام دیا ہے۔ فکری وتاریخی تسلسل کے ذریعہ مسلک اہل سنت وجماعت کو مدلل ومبرہن انداز میں پیش کرکے اہل حجاز اور عالم اسلام کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا ہے۔ اور ثابت کردیا ہے کہ اہل حجاز خادم اسلام اور اہل نجد ہادم اسلام ہیں۔ اہل حجاز متبع اور اہل نجد مبتدع ہیں۔ مفاہیم کے اندر جن موضوعات پر تحقیقی بحث کی گئی ہے ان میں سے چند یہ ہیں۔

مقام خالق ومخلوق کا فرق، حقیقت ومجاز اور ان کے استعمال کا فرق، عبادت وتعظیم کا فرق، شرک کی حقیقت،

مومن کا قول وعمل، بدعت حسنہ وسیئہ تکفیر و تضلیل و تفسیق مسلمین سے تحذیر، توسل بالانبیاء والصالحین پر امت مسلمہ کا اجماع، توسل بآثار الانبیاء والصالحین کا ثبوت، استعانت واستغاثہ باہل اللہ کا جواز، میدان حشر میں توسل وشفاعت، خصائص رسول، تبرکات رسول کی فضیلت، زیارت نبوی کا استحباب، سفر زیارت قبور کا جواز، انبیاء کی برزخی زندگی، حدیث لاتشدوالرحال کا صحیح مطلب، قبر نبوی شریف زیارت کا جواز، موئے مبارک لباس مبارک و نعلین مبارک وغیرہ کی برکتیں، گنبد خضراء کا جمال، میلاد نبوی ومحافل دینی کا جواز وغیرہ وغیرہ۔

مفاہیم کے اندر جن مسلم ممالک کے مشہور علماء کی تحریری تصدیقات وتقریظات شامل ہیں، ان کے نام یہ ہیں۔ سعودی عرب، یمن، مصر، مراکش، تونس، سوڈان، کویت، بحرین، پاکستان، متحدہ عرب عمارات، چاڈ، موریتانیہ وغیرہ۔

سید محمد بن علوی مالکی نے مفاہیم کے اندر بڑا ہی واعیانہ وحکیمانہ اسلوب اختیار کیا ہے۔ کتاب وسنت و آثار صحابہ، اقوال ائمہ سے اپنے موقف کا اثبات کیا ہے۔ ساتھ ہی جگہ جگہ شیخ ابن تیمیہ و شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی جن کے اہل نجد وآل سعود متبع ومقلد ہیں ان کی آراء وعبارات بھی پیش کی ہیں۔ جو نہایت حکیمانہ اسلوب دعوت وماہرانہ طرز گفتگو ہے۔ متانت واعتدال اور علم وتحقیق کے جلوے آپ کو اس کتاب کے ورق ورق پر بکھرے نظر آئیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ عرب وعجم کے مشاہیر علماء وفضلاء نے بشاشت قلب کے ساتھ اس کی تائید وتوثیق کی ہے اور خراج تحسین پیش کیا ہے۔

عالم اسلام کے مقتدر ارباب فضل وکمال نے سید محمد بن علوی مالکی کی اس کتاب کو جس طرح ہاتھوں ہاتھ لیا اور دینی وعلمی حلقوں میں جس والہانہ انداز سے اسکی پذیرائی ہوئی اس کی مثال ایسی ہے جیسے بیشمار مریض کسی حکیم حاذق اور بے شمار مسافر کسی سچے راہبر کی تلاش میں سرگرداں ہوں اور اچانک ان کے سامنے کوئی مسیحا نفس انسان اور خضر راہ نظر آجائے جس پر نگاہ پڑتے ہی ان کی ڈوبتی نبضیں پلٹ آئیں اور ظلمت شب میں انہیں روشنی کا بلند مینار آجائے۔

علامہ سید محمد بن علوی مالکی کے مقدس خاندانی پس منظر، دینی خدمت، علمی جلالت، فکری صلابت، فنی مہارت، بصیرت وبصارت، اسلوب دعوت، حکمت وموعظت، تقویٰ وطہارت اور اخلاص وللّٰہیت کے جگمگاتے گوشوں پر اپنی طرف سے کچھ لکھنے کی بجائے میں بہتر یہی سمجھتا ہوں کہ آپ بلند پایہ علماء ومشائخ کی تصدیقات وتقریظات (ردمفاهيم يجب ان تصحح/اصلاح فكر و اعتقاد) کا مطالعہ فرمائیں انشاء اللہ بطور خود آپ وہ سب کچھ سمجھ لیں گے جن کی میں نشان دہی کر سکتا ہوں۔

جو کچھ کہا تو ترا حسن ہو گیا محدود

مجھے تو مفاہیم کی سطر سطر میں اپنی فکر وبصیرت کا نقطۂ کمال، مجاہدانہ جرأت واستقلال اور دعوت حکمت وموعظت حسنہ کا جمال نظر آرہا ہے۔ اور ہر موضوع ومبحث اپنی روح جامعیت، اصابت فکر، اظہار مدعیٰ، طرز بیان، احقاق حق، ابطال باطل، اور تاثیر ونفوذ کے اعتبار سے اس آیت کریمہ کی عملی تفسیر پیش کر رہا ہے۔

ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتى هى احسن۔ (نحل ۱۲۵)

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت سید محمد علوی مالکی کی قبر پر رحمت وانوار کی بارش برسائے۔ ان کے علم وفضل کے فیضان کو جاری رکھے، ان کے پسماندگان اور ان کے مریدین ومتعلقین کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خانوادۂ حسنیہ علویہ مکہ مکرمہ کی نجابت وشرافت اور کرامت وروحانیت کی برکات سے عالم اسلام کو مستفید وسیراب فرمائے۔ اور سارے عالم اسلام میں مسلک اہل سنت کو فروغ واستحکام عطا فرمائے۔ آمین

ماہ صفر سے بدشگونی لینے کی ممانعت

از:۔ مولانا محمد کوثر علی رضوی، مرکزی دارالافتاء بریلی شریف

امت مسلمہ کو یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ ماہ صفر کی نفی اوراس سے بدشگونی لینے کی ممانعت متعدد طریقوں سے بکثرت حدیثوں میں وارد ہے پہلے ہم ان حدیثوں کا ذکر کرتے ہیں جو ماہ صفر کے بارے میں مروی ہے پھر اس کے بعد اس کا جو مفہوم و مطلب ہے اسکو بیان کریں گے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے ہیں صفر میں نہ بیماری ہے نہ نحوست اور نہ بھوت وشیطان۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہ تو بیماری کا لگنا ہے اور نہ نحوست نہ بھوت وشیطان۔ بخاری ومسلم وابوداؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت فرمایا نہ بیماری کا لگنا ہے نہ نحوست اور نہ شیطان کا چنگل، ایک بدوی نے عرض کیا یا رسول اللہ اونٹ میں کیا ہے جو دوڑتا جھپٹتا ہے گویا کہ وہ ہرن ہے جسے خارش ہے پھر وہ انتوں میں گھس جاتا ہے اور سب کو خارش ہوجاتی ہے فرمایا پھر پہلے اونٹ کو خارش کس نے لگائی اور بخاری کی روایت میں ہے کہ نہ چنگل، نہ ستاروں کی رفتار اور نہ بدفالی۔ اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے اور نہ بھوتوں کا دخل۔

ابن عطیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہ بیماری کا لگنا ہے نہ شیطان کا چنگل (ہام) ہے اور نہ بدفالی، بیمار اونٹ تندرست اونٹوں میں نہ اترے اور تندرست اونٹ جہاں چاہے پھرے، عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کا سبب کیا ہے فرمایا وہ ایذا دیتا ہے، حضرت امام احمد نے اپنی مسند اور امام ترمذی نے جامع میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا کہ کسی کو کسی سے بیماری نہیں لگتی۔

پس پہلے بیمار کو کس نے خارش لگائی، نہ بیماری کا لگنا ہے نہ صفر (بدفالی) ہے اللہ تبارک وتعالی نے ہر ایک جان پیدا کی ہے، تو اس نے اس کی زندگی، رزق اور مصیبتوں کو لکھ دیا ہے ابن ایثر نے "نہایہ" میں کہا کہ صفر اہل عرب کے گمان میں پیٹ کے اندر سانپ ہوتا ہے، جو انسان کو بھوک میں کاٹتا ستاتا ہے اور یہی مرض متعدی بن جاتا ہے پس اسلام نے اسکو باطل قرار دیا۔

کرمانی شرح بخاری میں ہے کہ صفر ایک پیٹ کا سانپ ہے وہ سمجھتے تھے کہ خارش سے زیادہ متعدی ہے طیبی شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ اہل عرب گمان کرتے تھے کہ وہ سانپ بھوک کے وقت کاٹتا ہے، اور بھوک کے وقت جو تکلیف ہوتی ہے، اس کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔

اور بعض یہ کہا کرتے تھے کہ یہ ایسا مہینہ ہے کہ ان کے گمان میں اس میں مصیبتیں اور آفتیں بہت ہوتی ہیں، تو شریعت نے ان کی نفی کردی اور امام نووی کی شرح مسلم میں ہے کہ صفر پیٹ میں ایک کیڑے کو کہتے ہیں اور وہ "کدودانے" کی طرح بھوک کے وقت پھدکتے ہیں اور بسا اوقات مار بھی ڈالتے ہیں۔

جب ہم "صفر" سے مراد لینے سے فارغ ہوگئے تو اب مناسب ہے، کہ دوسرے ان الفاظ کی مراد بھی بیان کردیں جو احادیث میں واقع ہوئے ہیں، چنانچہ حدیث شریف میں العدوی (بیماری کا متعدی ہونا) کے بارے میں کہا جاتا ہے" مرض متعدی ہوگیا" جب اس کے ہم نشیں اور پڑوسی کو، یا اس کے کھانے پینے ملنے جلنے والے کو ویسا ہی مرض ہوجائے، بلاشبہ اسلام نے اسے باطل قرار دیا ہے۔

علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے مشارق الانوار میں لکھا ہے کہ عدویٰ اس کو کہتے ہیں جو زمانۂ جاہلیت کے لوگ

اعتقاد رکھتے تھے مریض کا مرض اس کے ہم نشین، پڑوسی کو لاحق ہو جائے، درانحالیکہ وہ اس سے پہلے تندرست ہو۔ تو شریعت نے اس کی نفی کردی اور حضور ﷺ نے فرمایا لاعدویٰ۔

حدیث کا دوسرا لفظ التطیر ہے "جامع الاصول" کی شرح میں اس کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ طیرہ وہ ہے جس سے بدشگونی لی جائے فال کے ذریعہ۔ یہ طیر سے مشتق ہے۔

عرب کا دستور تھا کہ وہ کوّے اور شکرے جیسے پرندوں سے بدفالی لیا کرتے تھے اور اس کو منحوس سمجھتے تھے، اور یہ جانتے تھے کہ یہ پرندے خیر کی ضد اور مانع ہیں، پس اسلام نے اس کی ممانعت کردی اور فرمایا لاطیرۃ۔

حدیث شریف کے لفظوں میں الھـــام ہے جو ہامہ کی جمع ہے، وہ ایک پرندہ ہے کیوں کہ عرب اعتقاد رکھتے تھے مردہ کی ہڈیاں "ہامہ" ہو کر اڑ جاتی ہیں، اور یہ کہا کرتے تھے کہ مقتول ہامہ سے نکلتا ہے یعنی ہامہ کے سر سے نکلتا ہے، وہ ہمیشہ یہ کہتا رہتا ہے کہ مجھے پانی پلاؤ، حتیٰ کے اس کا قاتل ہلاک کردیا جائے۔

اور "نہایہ" میں ہے کہ ہامہ سر کو کہتے ہیں اور ایک پرندہ کا نام ہے اور حدیث میں یہی مراد ہے، اور یہ اس لئے کہ عرب اس سے نحوست کی بدشگونی لیتے تھے۔ اور ہامہ رات کا پرند ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ ہامہ الّو کو کہتے ہیں، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ عرب گمان رکھتے تھے کہ اس مقتول کی روح جس کے بغض و کینہ کا بدلہ نہ لیا جائے، وہ ہامہ (پرندہ) بن کر اڑتی پھرتی ہے کہ ہامہ مردے کی ہڈیاں ہوتی ہیں،۔

اور ایک قول ہے کہ اس کی روح ہامہ ہو جاتی ہے پھر وہ اڑتی پھرتی ہے، اور اسکا نام صدیٰ رکھتے تھے، پس اسلام نے اس کی نفی فرمادی اور ایسا اعتقاد رکھنے کی ممانعت کردی۔ اور طیبی فرماتے ہیں کہ الھامہ ایک نام ہے جس کو وہ منحوس سمجھتے تھے۔

عرب گمان رکھتے تھے مردے کی ہڈیاں جب بوسیدہ ہو جاتی ہیں تو ہامہ ہو کر قبر سے نکل آتی ہیں، اور ماری ماری پھرتی ہیں، اور گھر والوں کی خبریں لیتی ہیں۔

پس حضور ﷺ نے اس اعتقاد کو باطل فرمادیا۔ اور علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "الھام" ایک پرندہ ہے جو مردوں اور قبروں سے محبت رکھتا ہے اور اسی کو صدیٰ بھی کہتے ہیں اور وہ رات ہی کو اڑتا ہے اور الّو کا غیر ہے مگر اسکا مشابہ ہے۔

اور عرب گمان رکھتے تھے کہ جب کوئی شخص قتل ہو جائے، اور اس کے کینہ کا بدلہ نہ لیا جائے، تو اس کے ہامہ سے جو سر کا اوپر کا حصہ ہے، ایک پرند نکلتا ہے، وہ اس کی قبر پر چلاتا ہے کہ مجھے پانی پلاؤ، مجھے پانی پلاؤ، میں پیاسا ہوں، یہاں تک کہ اس کا قاتل مارا جائے۔

سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے صفر کے آخر چہار شنبہ سے متعلق سوال ہوا کہ اس روز حضور ﷺ نے مرض سے صحت پائی الخ اس کے جواب میں فرماتے ہیں الجواب آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں نہ اس دن صحت پانی حضور ﷺ کا کوئی ثبوت بلکہ عرض اقدس جس میں وفات مبارک ہوئی اس کی ابتداء اسی دن سے بتائی جاتی ہے اور ایک حدیث مرفوع میں آیا ہے۔

آخر اربعاء من الشھر یوم نحس مستمر اور مروی ہوا ابتدائے ابتلائے سیدنا ایوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم اسی دن تھی اور اسے نحس سمجھ کر مٹی کے برتن توڑ دینا گناہ و اضاعت مال ہے، بہرحال یہ سب باتیں بے اصل و بے معنی ہیں واللہ تعالیٰ اعلم (احکام شریعت حصہ دوم ص ۴۲)

لہٰذا مذکورہ بالا روایات وفتویٰ کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے کہ مختلف علاقے میں مختلف قسم کے رسوم انجام پاتے ہیں یہ سب خلاف شرع ہیں۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆

فاضل بریلوی کی نثر نگاری میں اصلاح معاشرہ

از: مولانا محمد ادریس رضوی امام جامع مسجد، کلیان

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی تحریر میں اسلام کا مرجان، ایمان کا لولو، عقیدہ کا الماس، شریعت کا مروارید، طریقت کا موتی، حقیقت کا دریاب، طنزیہ مزاج کی شگفتگی اور شعر وادب میں نسرین ونسترن کی خوشبو کے ذخائر پائے جاتے ہیں۔ علامہ رضا کا سکہ علم کی تمام شاخوں پر بیٹھا ہوا ہے۔ ان کی علمی کاشت کے مرغ زار چمن پر نگاہ ڈالنے والوں کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ان کے گلستان علم کے گنچوں، کلیوں اور پھولوں کی پھبن کی نظافت دیکھ کر دل سو جان سے عاشق ہو جاتا ہے۔ راہ علم کی متلاشی اپنے علم کی بساط کے مطابق ان کے علم لدنی اور علم وہبی کے دل آویز وعطر بیز اور امتیازی شان کے چمنستان میں داخل ہو کر گل چینی کرتا جاتا ہے اور شرح وبسط کی نئی راہیں واہوتی جاتی ہیں۔ فاضل بریلوی کی تصنیف وتالیف کی خوبی یہ ہے کہ قرآن واحادیث، اقوال ولغات کے ماخذ ومراجع سے پر ہوتی ہیں۔ ایک سائل استفسار کرتا ہے کہ جھینگہ کا کھانا درست ہے یا نہیں؟ مکروہ ہے یا حرام؟ اس پر فاضل بریلوی کی تحقیق کے ماخذ سے آپ کی عبقریت کی شان ٹپکتی ہے۔ تحریر کرتے ہیں۔

”فقیر نے کتب لغت وطب وکتب علم حیوان میں بالاتفاق اسی کی تصریح دیکھی کہ وہ مچھلی ہے۔

(۱) قاموس میں ہے الاربیان بالکسر سمك کا لدود اربیان ہمزہ مکسورہ کے ساتھ ایک مچھلی ہے۔ مکوڑے کی طرح۔

(۲) صباح وتاج العروس میں ہے الاربیان بیض من المسك کا لدودیکون بالبصرة اربیان مکوڑے کی طرح سفید مچھلی ہوتی ہے اور بصرہ میں پائی جاتی ہے۔

(۳) صراح میں ہے۔ اربیان نوعے از ماہی ست۔ اربیان مچھلی کی ایک قسم ہے۔

(۴) فقہی الارباب میں ہے۔ اربیان نوعے از ماہی ست کہ اوراہندی جھینگا گویند۔ اربیان مچھلی کی ایک قسم ہے جس کو ہندی میں جھینگا کہتے ہیں۔

(۵) مخزن میں ہے۔ روبیان واربیان نیز آمدہ بفارسی ماہی روبیان د ماہی میک وہندی جھینگا نامند۔ روبیان اور اربیان بھی کہتے ہیں فارسی میں روبیاں مچھلی اور میک مچھلی اور ہندی میں جھینگا مچھلی کہتے ہیں۔

(۶) تحفۃ المومنین میں ہے۔ بفارسی ماہی روبیان نامند۔

(۷) تذکرہ داؤد انطا کی میں ہے۔ روبیان مچھلی کی ایک قسم کا نام ہے جو عراق اور شام کے سمندر میں بہت ہوتی ہے سرخی مائل کیکڑے کی طرح بہت پاؤں والی لیکن اس میں گوشت زیادہ ہوتا ہے۔

(عربی عبارت حذف)

(۸) حیاۃ الحیوان الکبری میں ہے۔ الروبیان ھو سمك صغیر جدا احمر روبیاں وہ سرخی مائل بہت چھوٹی سی مچھلی ہے۔

یہ ہے امام احمد رضا کی ہمہ جہتی کہ سائل کو تشنہ نہیں رکھتے ہیں بلکہ اوراق پارینہ کی سیر کرا کر اس کے دماغ کو معطر کر دیتے ہیں اور جب صفحۂ قرطاس پر تحقیق وتدقیق رقم

کرتے ہیں تو سائل کے سوال کی نوعیت، کم مایہ علماء کے بے جا اصرار، جہلا کی بے راہ روی کے پیش نظر کلک رضا دین متین کی حفاظت کرتے ہوئے گہرے طنز میں اتر جاتا ہے۔ مگر وہ طنز بے جا نہیں بلکہ بامقصد ہوتا ہے۔ اس سے اسلام وایمان وعقیدہ کو سمجھنے میں سہارا، محبت رسول ﷺ کو جاننے میں مدد، دشمنان اسلام کو پہچاننے کی کوشش اور مسائل سے آگاہ ہونے میں اعانت ملتی ہے۔

ایک سائل کے سوال کا ماحصل یہ ہے کہ شوقیہ شکار کھیلنے والا گنہگار ہوتا ہے یا نہیں؟ فاضل بریلوی جواب کے درمیان ایک جگہ رقم طراز ہیں۔ ''آج کل بڑے بڑے شکاری جو اتنی ناک والے ہیں کہ بازار سے اپنی خاص ضرورت کی کھانے یا پہننے کی چیز لانے کو جانا اپنی کسر شان سمجھیں یا نرم ایسے کہ دس قدم دھوپ میں چل کر مسجد میں نماز کیلئے حاضر ہونا مصیبت جانیں، وہ گرم دوپہر گرم لو میں گرم ریت پر چلنا اور ٹھہرنا اور گرم ہوا کے تھپیڑے کھانا گوارا کرتے، اور دودو پہر دودن شکار کیلئے گھر بار چھوڑے پڑے رہتے ہیں، کیا یہ کھانے کی غرض سے جاتے ہیں؟ حاشا وکلا بلکہ وہی لہو ولعب ہے اور بالاتفاق حرام''

بازار میں نہ جانے اور دھوپ میں مسجد میں نہ آنے کی مناسبت سے لفظ ناک والے اور نرم کا استعمال طنز کے طور پر کیا گیا ہے۔ دنیا کو دکھانے کیلئے تصنع وریاکاری اور دین کا کام کرنے میں سستی اور کاہلی کرنے والے اپنے شوق کی تکمیل کیلئے گرمی و سردی سب کچھ برداشت کر لیتے ہیں، فاضل بریلوی کی دوربین نگاہ کتابوں کا بھی احاطہ کرتی اور سماج کے نیک و بد کو بھی دیکھا کرتی تھی، اسی بنا پر بغیر ضرورت کے شکار کھیلنے والوں پر حرمت کا فتویٰ صادر کرتے ہوئے سماج میں پھیلی ہوئی بے جا روش کا تجزیہ اور الٹی کشتی چلانے والوں پر طنز بھی کیا ہے۔

فتاویٰ کی کتابیں اکثر خواص میں ہی مقبول رہی ہیں۔ عوام کو ان سے کوئی غرض نہیں، ادبا کو ان سے کوئی مطلب نہیں، مفکروں اور دانشوروں کو ان کی کوئی حاجت نہیں، ارضیات وفلکیات کے ماہروں کو ان سے کوئی بحث نہیں کہ ان کی دلچسپی کا سامان نہیں ہے۔ فاضل بریلوی اس روایت کو توڑتے ہوئے سب کیلئے سامان بہم مہیا کر دیا ہے۔ ایک شخص ڈھول اور سارنگی کے ساتھ قوالی سننے کو جواز یا عدم جواز کے بارے میں پوچھتا ہے۔ فاضل بریلوی اصلاحی اردو ادب کی شیرنی اور طنز وتنقید کی تلخی وترشی کے ملے جلے جذبات کے ساتھ چھوٹے سے پیراگراف میں تحریر کرتے ہیں۔

''بعض جہال بدمست یا نیم ملا شہوت پرست یا جھوٹے صوفی باربارست کہ احادیث صحاح مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے، یا محتمل واقعے یا متشابہ پیش کرتے ہیں انہیں عقل نہیں یا قصداً بے عقل بنتے ہیں کہ صحیح کے سامنے ضعیف، متعین کے آگے محتمل، محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے۔ پھر کہاں قول کہاں حکایت فعل، پھر کجا صحیح ہر طرح یہی واجب العمل، اسی کو ترجیح، مگر ہوس پرستی کا علاج کس کے پاس ہے، کاش گناہ کرتے اور گناہ جانتے اقرار لاتے، یہ ڈھٹائی اور بھی سخت ہے کہ ہوس بھی پالیں اور الزام بھی ٹالیں، اپنے لئے حرام کو حلال بنالیں پھر اسی پر بس نہیں، بلکہ معاذ اللہ اس کی تہمت محبوبان خدا اکابر سلسلہ عالیہ چشتیہ قدست اسرارہم کے سر دھرتے ہیں نہ خدا سے خوف نہ بندوں سے شرم کرتے ہیں۔

مذکورہ عبارت میں ''ادب برائے زندگی'' کا اعلیٰ نمونہ پایا جاتا ہے اور کہیں یہ احساس نہیں ہوتا ہے کہ یہ ایک صدی پیشتر کی زبان ہے ادب اور مقصد کے درمیان سے جھانکتا ہوا یہ امر بھی خوب ہے۔ ''پھر کجا محرم کجا مبیح ہر طرح یہی واجب العمل اسی کو ترجیح''

ادب کی زبان کو کن خصوصیات سے مزین ہونا چاہیے؟

اس تعلق سے پروفیسر آل احمد سرور لکھتے ہیں"......ادبی زبان میں پیرائے یا اظہار کا ادبی ہونا ضروری ہے۔دوسرے الفاظ میں بیان کافی نہیں ہے حسن بیان ضروری ہے۔حسن بیان سے احتمال ہوسکتا ہے کہ شاید یہ مضمون یا خیال یا مواد سے علیحدہ کوئی چیز ہے،حالانکہ ایسا نہیں ہے دونوں میں ایک بنیادی تعلق ہے۔

ایک جگہ اور لکھتے ہیں"نثر کی زبان اور نظم کی زبان میں فرق ہے،حالانکہ دونوں ادب کی شاخیں ہیں۔یعنی دونوں میں حسن بیان کی نوعیت مختلف ہے۔نظم کی زبان تخلیقی ہوتی ہے۔نثر کی تعمیری،نظم اسی چاندنی کی طرح ہے جس میں سائے اور گہرے اور بلیغ معلوم ہوتے ہیں۔نثر اس دھوپ کی طرح ہے جو ہر چیز کو آئینہ کر دیتی ہے۔نثر وہ تلوار ہے جو حق و باطل کا فیصلہ کرتی ہے۔نظم میں ہر لفظ، بقول غالب گنجینۂ معنی کا طلسم ہے۔نثر میں وہ اینٹ جو کسی دوسری اینٹ کے ساتھ مل کر تاج محل بنتی ہے۔نظم زبان کی توسیع اور نثر اس کی حفاظت کا نام ہے۔نظم مے خانہ ہے اور نثر آئینہ خانہ۔

پروفیسر آل احمد سرور نے نثر کی زبان میں جن خوبیوں کا ہونا بتایا ہے۔فاضل بریلوی کے منثور میں وہ تمام خصوصیات بدرجۂ اتم موجود پائی جاتی ہیں۔ادب میں منظر کشی کو بڑی اہمیت حاصل ہے مگر مذہبی لٹریچر میں منظر کشی مشکل کام ہوتا ہے۔ادب میں بات کہنے کیلئے فنکاری کو فنی خوبیوں سے آگاہی ضروری ہے۔اس تعلق سے ڈاکٹر سید اعجاز حسین کا کہنا ہے کہ"واقعات کتنے ہی اصلیت کا پہلو لئے ہوں اور کتنی ہی سچائی کے ساتھ ان کا بیان کیا جائے مگر فنی خوبیوں کی کامیابی کا دروازہ بیان کرنے والے کے ادب پر بندی رہے گا......منظر یا پیکر یا واقعات کو دیکھنا اور قلم بند کر دینا اسی وقت نظم و نثر کی جان بن سکتا ہے،جب اس کو اپنے تجربات اور فن کو کسوٹی کے خراد پر کانٹ چھانٹ کر ایک مناسب شکل میں ادب نے پیش کیا ہو"۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی فنی خوبیوں سے بخوبی آگاہ اور بات کہنے کا سلیقہ جانتے تھے بکھری ہوئی باتوں کو ہار کے مانند پر و کر الفاظ کو موزوں اور مناسب جگہ پر سجاتے تھے۔عبارت پیش کرنے سے قبل یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ اسلام خرافات و واہیات کو مٹانے کیلئے آیا ہے مگر بعض مسلمان ان بے ہودہ باتوں کو مذہب کا کام سمجھ کر کرتے ہیں ان میں سے ایک تعزیہ داری بھی ہے امام احمد رضا تعزیہ داری میں ہونے والی رسوم کی منظر کشی اس طرح کرتے ہیں:۔

"جہاں بے خرد نے اس اصل جائز کو بالکل نیست و نابود کر کے صدہا خرافات وہ تراشیں کہ شریعت مطہرہ سے الامان الامان کی صدائیں آئیں۔اول تو نفس تعزیہ میں روضہ مبارک کی نقل ملحوظ نہ رہی،ہر جگہ نئی تراش،نئی گڑھت جسے اس نقل سے کچھ علاقہ نہ نسبت پھر کسی میں پڑیاں،کسی میں براق،کسی میں اور بیہودہ طمطراق،پھر کوچہ بکوچہ دشت بدشت اشاعت غم کیلئے ان کا گشت اور ان کے گرد سینہ زنی اور ماتم سازی کی شور افگنی،کوئی ان تصویروں کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے،کوئی مشغول طواف،کوئی سجدے میں گرا ہے،کوئی ان بدعات کو معاذ اللہ جلوہ گاہ حضرت امام علی سمجھ کر اس ابرک پنی سے مرادیں مانگتا منتیں مانتا ہے، حاجت روا جانتا ہے،پھر باقی تماشے باجے تاشے مردوں عورتوں کا راتوں کو میل اور طرح طرح کے بیہودہ کھیل ان سب پر طرہ ہے،غرض عشرہ محرم الحرام کہ اگلی شریعتوں سے اس شریعت پاک تک نہایت بابرکت و محل عبادت ٹھہرا ہوا تھا،ان بیہودہ رسوم نے جاہلانہ و فاسقانہ میلوں کا زمانہ کر دیا پھر وبال ابتداع کا وہ جوش ہوا کہ خیرات کو بھی بطریق خیرات نہ رکھا ریا و تفاخر علانیہ ہوتا ہے پھر وہ بھی یہ نہیں کہ سیدھی طرح محتاجوں کو دیں بلکہ چھتوں پر بیٹھ کر پھینکیں گے۔روٹیاں زمین پر گر رہی ہیں،رزق الٰہی کی بے ادبی

ہوتی ہے، پیسے رستے میں گر کر غائب ہوتے ہیں۔ مال کی اضاعت ہو رہی ہے، مگر نام تو ہو گیا کہ فلاں صاحب لنگر لٹا رہے ہیں۔ اب بہار عشرہ کے پھول کھلے تاشے باجے بجتے چلے طرح طرح کے کھیلوں کی دھوم، بازاری عورتوں کا ہر طرف ہجوم، شہوانی میلوں کی پوری رسوم، جشن یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ کہ گویا یہ ساختہ تصویریں بعینہ حضرات شہداء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے جنازے ہیں کچھ نوچ اتار باقی توڑ تاڑ دفن کر دیئے"۔

"فرد کی انا جب تک کائنات کی روح سے ہم آہنگ نہیں ہوتی "میں" جب تک 'ہم' نہیں بنتا اس وقت تک بلند پایہ اسلوب یا اعلیٰ ادب وجود میں نہیں" الفاظ کے سرمائے اور ان کی کھنک نے امام احمد رضا کے ہیں کو "ہم" بنا دیا ہے، آل احمد سرور کے نزدیک اسٹائل وہ تلوار ہے جو کر جائے کام اپنا لیکن نظر نہ آئے۔ وہاں ابتداع کا وہ جوش ہوا......اب بہار عشرہ کے پھول کھلے۔ جشن یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ۔ ساختہ تصویریں جنازے ہیں تو کچھ نوچ اتار باقی توڑ تاڑ کیوں؟ فاضل بریلوی کے اسلوب میں طنز کا وہ نشتر ہے جو کر گیا ہے کام اپنا مگر......

فاضل بریلوی کا قلم اسلام کی حفاظت، سماج کی اصلاح، ادب کی تعمیر، تنقید کے توسط سے کھرا اور کھوٹا کو الگ اور برائیوں کے ناسور پر طنز کا نشتر چلانے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا ہے۔ ایک شخص عورتوں سے متعلق ۱۶ سوالات پر مشتمل ایک استفتاء روانہ کیا پہلا سوال یہ ہے کہ "عورت کو اس مکان میں جہاں محارم وغیرہ محارم مرد اور عورتیں ہوں جانا جائز ہے یا ناجائز" عرض جواب سے پہلے چند اصول و فوائد ملحوظ خاطر عاطر رہیں ......اول۔ اصل کلی یہ ہے کہ عورت کو اپنے محارم رجال خواہ نساء کے پاس ان کے یہاں عیادت یا تعزیت یا اور کسی مندوب یا مباح دینی یا دنیوی حاجت یا صرف ملنے کیلئے جانا مطلقاً جائز ہے جبکہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو مثلاً بے ستری نہ ہو مجمع فساق نہ ہو، تقریب ممنوع شرعی نہ ہو، ناچ یا گانے کی محفل نہ ہو، زنا فواحش و بیباک کی صحبت نہ ہو، چوبے شربت کے شیطانی گیت نہ ہوں، سمدھنوں کی گالیاں سننا سنانا نہ ہو، نامحرم دولہا کو دیکھنا دکھانا نہ ہو، رتجگے وغیرہ میں ڈھول بجانا گانا نہ ہو۔

چہارم اصول و فوائد میں تین سطر کے بعد رقم کرتے ہیں "خصوصاً حسینوں کو بلا ضرورت ان سے احتراز ہی چاہیئے اور برعکس رواج عوام بیاہیوں کو کنواریوں سے زیادہ کہ ان میں نہ وہ حیا ہوتی ہے نہ اتنا خوف نہ اس قدر لحاظ اور نہ ان کا وہ رعب نہ عامۂ محافظین کو اس درجہ ان کی نگہداشت اور ذوق چشیدہ کی رغبت انجان نادان سے کہیں زائد لیس الخبر کالمعائنة تو ان میں موانع اور مقتضی بھاری اور اصلاح و تقوی پر اعتماد غلط کاری مرد خود اپنے نفس پر اعتماد و غلط کاری مرد خود اپنے نفس پر اعتماد نہیں کر سکتا اور کرے تو جھوٹا لاحول ولا قوۃ الا باللہ نہ کہ عورت جو عقل و دین میں اس سے آدھی اور رغبت نفسانی میں سو گنی ہر مرد کے ساتھ ایک شیطان اور ہر عورت کے ساتھ دو۔ ایک آگے ایک پیچھے"۔

ششم اصول و فوائد کے تحت چھٹی سطر کے بعد تحریر کرتے ہیں "اور اگر مجمع جلوت ہے تو بے حاجت شرعی اجازت نہیں خصوصاً جہاں فضولیات و خطبات و جہالات کا جلسہ ہو جیسے سیر، تماشے، باجے تاشے، ۔ ندیوں کے پن گھٹ ناؤ چڑھانے کے جمگھٹ، بے نظیر کے میلے پھول والوں کے جھمیلے، نوچندی کی بلائیں مصنوعی کربلا میں علم تعزیوں کے کاوے، تخت جریدوں کے دھاوے، حسین آباد کے جلوے، عباسی درگاہ کے بلوے ایسے مواقع مردوں کے جانے کی بھی نہیں نہ کہ یہ نازک شیشیاں۔

جواب نمبر ۰۷ کی بین السطور عبارت پڑھیے" حدیث ثالث میں فرمایا ان عورتوں کے جمع ہونے کی مثال ایسی ہے

جیسے صیقل گرنے لوہا تپایا جب آگ ہو گیا کہ کوٹنا شروع کیا جس چیز پر اس کا پھول پڑا جلادی۔ عورتیں کہ بوجہ نقصان عقل و دین سنگدل اور امرحق سے کم منفعل ہیں ولـــذالـــم یــکـمـل مـنـهـن الاقـلـیـل لوہے سے تشبیہ دی گئی اور نار شہوات و خلاعات کہ ان میں رجال سے حصہ زائد مشتعل لوہار کی بھٹی اور ان کے مخلے بالطبع ہو کر اجتماع لوہے اور ہتوڑے کی صحبت۔ اب جو چنگاریاں اڑیں گی دین ناموس حیا غیرت جس پر پڑیں گی صاف پھونک دیں گی سلمٰی پارسا ہے ہاں پارسا ہے و بارک اللہ مگر جان برادر کیا پارسا ئیں معصوم ہوتی ہیں کیا صحبت بد میں اثر نہیں جب فیموں سے جدا خود سرو آزاد ایک مکان میں جمع اور قیموں کے آنے دیکھنے سے بھی اطمینان حاصل۔ فانما خلقت من ضلع اعـوج کج سے بنی کج ہی چلے گی آپ ناداں ہے شدہ شدہ سیکھ کر رنگ بدلے گی جسے تشقیف زنان کی پرواہ نہیں یا حالات زمان سے آگاہ نہیں اول ظالم کا تو نام نہ لیجئے اور ثانی صالح سے گذارش کیجئے.......... جسے ان نازک شیشوں کو صدمے سے بچانا ہو تو راہ یہی ہے کہ شیشیاں شیشیاں بھی بے حاجت شرعیہ نہ ملنے پائیں کہ آپس میں مل کر بھی ٹھیس کھا جاتی ہیں حاجات شرعیہ وہی جو علمائے کرام نے استثناء فرمادیں غرض احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہلکا نہیں کہ اجتماع نساء میں خیر و اصلاح نہیں آئندہ اختیار بدست مختار۔

سوال نمبر ۱۶ کا خلاصہ یہ ہے کہ مکان کے ایک گوشہ میں پردہ کے اہتمام کے ساتھ محارم و غیر محارم عورتوں کا مجمع ہو دوسرے گوشہ میں ہر قسم کے مردوں کا اور نامحرم مردوں کی آواز عورتوں تک پہنچتی ہو اور وہاں مجلس وعظ یا ذکر شریف نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام منعقد ہے تو ایسے جلسہ میں اپنے محارم کو بھیجنا یا نہ بھیجنا کیا حکم ہے۔

اس سوال کا جواب طویل ۶۸ سطور پر مشتمل اور ڈھائی صفحات سے زیادہ پر پھیلا ہوا ہے۔ چند اقتباسات ملاحظہ کیجئے ...... اور نہ بھیجنے میں اصلا محذور شرعی نہیں اگرچہ مجلس محارم زن کے یہاں ہو بلکہ اگر وعظ اکثر واعظان زمانہ کی طرح کہ جاہل و ناعاقل و بے باک وفا قابل ہوتے ہیں۔ مبلغ علم کچھ اشعار خوانی یا بے سروپا کہانی تفسیر مصنوع یا تحدیث موضوع نہ عقائد کا پاس نہ مسائل کا احتفاظ نہ خدا سے شرم نہ رسول کا لحاظ غایت مقصود پسند عوام اور نہایت مراد جمع حطام یا ذاکر ایسے ہی ذاکرین غافلین مبطلین جاہلین سے کہ رسائل پڑھیں تو جہاں معزور اشعار گائیں تو شعرائے بے شعور کے، انبیاء کو توہین خدا پر اتہام اور نعت و منقبت کا نام بدنام جب تو جانا بھی گناہ بھیجنا بھی حرام اور اپنے یہاں انعقاد مجمع آثام آج کل اکثر مواعظ و مجالس عوام کا یہی حال پرملال فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

اسی طرح اگر عادت نسا سے معلوم یا مظنون کہ بنام مجلس وعظ و ذکر اقدس جائیں اور سنیں نہ سنائیں بلکہ عین وقت ذکر اپنی کھچڑیاں پکائیں۔

حدیث شریف میں تو اپنے مکانوں کی نسبت آیا لا تسکنوهن الغرفة عورتوں کو بالاخانون پر نہ رکھو یہ وہی طائر نگاہ کے پر کترنے ہیں شرع مطہر نہیں فرماتی کہ تم خاص لیلٰے و سلمٰے پر بدگمانی کر دیا خاص زید و عمر کے مکانوں کو مظنۂ فتنہ کہو یا خاص کسی جماعت زنان کو مجمع نا بایستنی بتاؤ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرماتی ہے کہ ان من الحزم سوء الظن ....صالح و طالح کسی کے منہ پر لکھا ہوا نہیں ہوتا ظاہر ہزار جگہ خصوصاً اس زمن فتن میں باطن کے خلاف ہوتا ہے اور مطابق ہو تو صالحین و صالحات معصوم نہیں اور علم باطن و ادراک غیب کی طرف راہ کہاں اور سب سے در گزرے تو آج کل عامۂ خاص خصوصاً نساء میں بڑا ہزان ہوئی جوڑ لینا طوفان لگا دینا ہے کاجل کی کوٹھری کے پاس ہی کیوں جائے کہ دھبا کھائے لاجرم سبیل یہی ہے کہ بالکل در یا جلا دیا جائے۔

وہ سرہی ہم نہیں رکھتے جسے سوداہو ساماں کا
خداپناہ دے بری گھڑی کہہ کر نہیں آتی اجنبیوں سے

علماء کا ایجاب وحجاب آخراسی سد فتنہ کیلئے ہے۔ پھر چند توفیق رفیق بندو کے چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی کے بیٹوں کنبے بھر کے رشتہ داروں کے سامنے ہونے کا کیسا رواج ہے اور اللہ بچاتا ہے فتنہ نہیں ہوتا اس سے بدتر عام خدا ترس ہندیوں کے وہ بدلحاظی کے لباس آدھ سر کے بال اور کلائیاں اور کچھ حصہ گلو وشکم وساق کا کھلا رہنا تو کسی گنتی شمار میں نہیں اور زیادہ بانکپن ہوا تو دوپٹہ شانوں پر ڈھلکا ہوا کریب یا جالی باریک یا گھاس ململ کا جس سے سب بدن چمکے اور اس حالت کے ساتھ ان رشتہ داروں کے سامنے پھرنا''۔

اردو ادیبوں میں سرسید، حالی، شبلی، ڈپٹی نذیر احمد، محمد حسین آزاد، رئیس الاحرار، لسان العصر مصور غم اور بابائے اردو جیسے القابات والوں کو شہرت حاصل ہے اور عورتوں کی اصلاح کیلئے لکھی جانے والی کتابوں میں مرئۃ العروس، نبات النعش ،توبتہ النصوح، مجالس النساء، حیات صالحہ، بنت الوقت اور منازل المائد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کتابوں میں حقیقی واقعات، مشرقی تہذیب وتمدن، معاشرتی اصلاح معاشرے کی سادہ اور غیر پیچیدہ زندگی کی عکاسی کی گئی ہے، مذہب، اخلاق وآداب معاشرت کیلئے یہ کتابیں سودمند ثابت ہوئی ہیں۔ ہمارا مقصد کسی کا تجزیہ کرنا اور کسی کے قد کو بڑھانا یا گھٹانا، یا کسی پر کسی کو فوقیت دینا یا کسی کو سیر کارواں بنانا نہیں ہے۔ مگر اردو زبان کے سخن پرداز، سخن پرور، سخن سنج، سخن ساز، سخن شناس، سخن طراز، سخن گو اور سخن ور سے اتنا ضرور کہوں گا کہ مندرجہ بالا علماء وادبا کی اصلاح معاشرہ پر لکھی گئی کتابوں کو سامنے رکھ کر فاضل بریلوی کی کتابوں اور اس میں مضمون میں درج کئے گئے اقتباسات کو ملاحظہ کیجئے اور ان کے دلنشیں انداز اور فکر انگیز خطابات میں جلال و جمال کو دیکھئے جو سادہ بھی ہے اور پرکار بھی، مقصد و موضوع اور غرض و غایت کی گہرائی بھی ہے اور تنوع بھی، مثالیت کا جمال، درد و گداز کی کسک طنز کی جھلکیاں اور اشاریت و ایمائیت سے ادب برائے زندگی میں چار چاند لگ گئے ہیں۔ بعض عبارتوں میں زبان رقیق ہے اس کی وجہ ذیل کے اقتباس سے سمجھ میں آتی ہے۔ ''جو الفاظ ایک شخص استعمال کرتا ہے وہ ایک دور یا مزاج یا روایت کے بھی آئینہ دار ہوتے ہیں۔ یعنی وہ انفرادی کے ساتھ اجتماعی خصوصیات بھی رکھتے ہیں قدیم اردو میں ہندی کے نرم الفاظ زیادہ تھے بیچ میں فارسی کی پرشکوہ ترکیبیں آئیں جن میں روانی بھی تھی اور شوکت بھی۔ فاضل بریلوی کا تعلق درمیانی دور سے ہے جس میں فارسی کی پرشکوہ ترکیبیں استعمال ہوتی تھیں فاضل بریلوی کی پرشکوہ ترکیبوں میں تسلسل وروانی کی موجیں ٹھاٹھیں مار رہی ہیں اور شوکت کا پھریرا لہرا رہا ہے۔

فاضل بریلوی اسلام کی خدمت لوگوں کے ایمان کی حفاظت اور مسلمانوں کے عقیدہ کی نگہبانی میں لگے ہوئے تھے ان کو اتنی فرصت کہاں تھی کہ فرضی کردار نگاری کی عشوہ گری میں الجھتے اور قلم کی طاقت کو ادب برائے ادب میں صرف کرتے، اس لئے جو کچھ لکھا قرآن واحادیث، فقہ اور اقوال ائمہ کی دلائل کی روشنی میں لکھا اور مقصد کی باتوں میں ادب برائے زندگی کو استعمال کرکے اس کو ادب پارہ بنادیا ہے۔

اردو ادب میں ناول اور افسانہ کے اختراع سے پہلے داستان گوئی کی قبولیت حاصل تھی، داستان نگاروں نے دیو پری اور جن کے ساتھ اسلام کی برگزیدہ، ہستیوں اور عظیم سپاہیوں کو کردار بنا کر ان کے دامن عفت پر معصیت کے داغ لگانے کی کوشش کی ہیں۔ اس تعلق سے ایک شخص اعلیٰ حضرت سے دریافت کرتا ہے'' داستان امیر حمزہ میں عمرو عیار کا ذکر ہے یہ عمرو کون ہیں اور ان کی نسبت اس لفظ کا اطلاق کیسا ہے؟ فاضل بریلوی کی تحقیق اور طنزیہ انداز ملاحظہ کیجئے ''سیدنا عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجلۂ صحابہ کرام

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ہیں۔فیضی بے فیض نے جب داستان حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گڑھا اس میں جہاں صدا کارنامہ ناشائستہ مثلاً مہر نگار دختر نوشیرواں پر فریفتہ ہو کر راتوں کو اس کے محل پر کمند ڈال کر جانا اور معاذ اللہ صحبتیں گرم رکھنا عم مکرم حضور پر نور سید عالم ﷺ اسد اللہ واسد رسولہ سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف نسبت کئے یونہی ہزار ہا شہدین اور مسخرگی کے بیہودہ جتن ان صحابی جلیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب منسوب کر دیئے اور انہیں معاذ اللہ عیار زود وطرار کے لقب دے کر بحیلہ داستان جاہل بیچارے تبرائی بنائے یہ اس مردک کی ناپاک بیبا کی اور بیباک ناپاکی اور خدا رسول پر سخت جرأت تھی مسلمانوں کو ان شیطانی قصوں خصوصاً ان ناپاک لفظوں سے احتراز لازم ہے۔

آم کے آم گٹھلیوں کے دام کی مثل فاضل بریلوی کی تحریر ہر صورت میں مسلمانوں کیلئے نافع ہے اور ایک پنتھ دو کاج کی طرح مندرجہ بالا اقتباس کو پڑھنے والا تاریخی حقائق سے آگاہ اور طنزیہ انداز سے محظوظ ہو جاتا ہے۔فاضل بریلوی نے داستان نگار فیضی ضعت اسم منسوبی پر صفت بے فیض کا رمز پھینکا ہے جو فیضی کا راز دست رفتہ کیلئے خوب ہے۔فیضی نے جلیل القدر صحابہ کرام کی عصمت وعظمت کو مجروح کرنے کی جو کوشش کی ہے اس کی مناسبت سے فاضل بریلوی نے ''یہ اس مردک کی ناپاک بیبا کی اور بیباک ناپاکی'' کا برمحل استعمال کر کے فیضی جیسے اور لوگوں کو بھی آگاہ کر دیا ہے کہ ''ہونٹوں کی مسی پونچھو''

ایک شخص خضاب کے جواز کے بارے میں یہ پوچھتا ہے کہ ''خضاب سیاہ اگر وسمہ سے ہو'' فاضل بریلوی طنزاً تسمہ کا اضافہ کر کے فرمایا ''وسمہ سے ہو یا تسمہ سے سیاہ خضاب حرام ہے'' اچھا حضور اگر جوان عورت سے مرد ضعیف نکاح کرنا چاہے تو خضاب سیاہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ جواب میں ظرافت کا پہلو نمایاں ہے فرماتے ہیں ''بوڑھا بیل سینگ کاٹنے سے بچھڑا نہیں ہوسکتا''

مرزا قادیانی کو جب اپنی جھوٹی نبوت کا سکہ بٹھانے کا سودا اچھلا تو لکھ مارا کہ ''میں بعض نبیوں سے بھی افضل ہوں'' نبیوں سے افضل ہونے کا خیال کسی خرنا شخص کو ہی آسکتا ہے۔اس کی افضلیت پر فاضل بریلوی نے طنز ومزاح کا جو پھول کھلایا ہے پڑھنے والوں کے لبوں پر بے ساختہ ہنسی دوڑ جاتی ہے۔تحریر کرتے ہیں ''کفر ہفتم میں اسے ایک لطیف تاویل کی گنجائش تھی کہ یہ لفظ (نبیوں) بتقدیم نون نہیں بلکہ نبیوں ب ن ی و ں) بتقدیم با ہے۔یعنی بھنگی در کنار کہ خود ان کے تو لال گرو کا بھائی ہوں ان سے تو افضل ہوا ہی چاہوں میں تو بعض ب ن ی و ں سے بھی افضل ہوں کہ انہوں نے صرف آٹے دال میں ڈنڈی ماری اور یہاں وہ ہتھ پھیری کہ بیسیوں کا دین ہی اڑ گیا۔

بعض مصنفوں اور مولفوں نے اسلام کا نام لے کر اور شرک وبدعت کی دہائی دے کر وہ اپنی تصنیفات وتالیفات کو گستاخانہ الفاظ اور نازیبا کلمات سے بھر کر اور خوبصورت ناموں کا لیبل لگا کر بازار میں لائے حالانکہ موضوع کے لحاظ سے کتابوں کے وہ نام کسی طرح موزوں نہیں تھے جو مصنفوں نے رکھے ہیں۔فاضل بریلوی کے پاس جب وہ کتابیں آتی تھیں تو آپ مطالعہ فرماتے اور ان مصنفوں کے خیالات باطلہ کے مطابق بڑے خوبصورت اور ظریفانہ انداز میں نوک پلک درست کر کے ناموں کو اس طرح تبدیل کر دیتے تھے کہ پڑھنے والا حیران ہو جاتا تھا کہ ان کتابوں کے مصنفوں نے ایسے ناموں کا انتخاب کیونکر کیا ہے۔چنانچہ ایک رافضی نے اپنے مذہب کی حمایت میں ایک کتاب لکھی اور اس کا نام ''جناس الاجناس'' رکھا اور ایک نسخہ اعلیحضرت کے پاس بھیج دیا حضرت نے ملاحظہ فرمانے کے بعد ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری کو دیا کہ آج کی ڈاک سے

یہ کتاب آگئی ہے۔اب آگے حال ملک العلماء کی زبانی سنیئے لکھتے ہیں "اب جو میں اس کا نام پڑھتا ہوں تو "خباس الاخباس" ہے۔حیرت میں پڑ گیا کہ مصنف نے یہ کیا نام رکھا جب غور سے دیکھا تو جناس کے اول ہی بڑھا ہوا ہے اور جناس کو ملا کر نون کا شوشہ غائب ہو گیا دوسرے لفظ سے لا کر سیاہی سے بھر دیا کہ پھول معلوم ہونے لگا۔جر کے اوپر الحر بڑھا دیا خاصہ "انجاس الخناس" ہو گیا۔

مولوی خرم علی کی ایک کتاب کا نام نصیحۃ المسلمین ہے اور وہ تقویت الایمان کا چربہ ہے۔مصنف کا نام کاتب نے اس طرح ملا کر لکھا "خرمعلی" فاضل بریلوی نے "نصیحہ" کے نون کو سر دے کر ف بنا دیا اور صاد پر نقطہ بڑھا دیا اور خرمعلی پر اعراب لگا دیا اب کتاب کا نام فضیحۃ المسلمین اور مصنف کا نام "خرمعلی" ہو گیا۔بذلہ سنجی کی ایسی نادر مثالیں اور کہیں دیکھنے کو نہیں ملتی ہیں۔

فاضل بریلوی نے اسمٰعیل دہلوی کی کتاب تقویت الایمان کے "ق" کے دو نقطوں کو اس طرح ملا دیا کہ ایک نقطہ معلوم ہونے لگا اور بجائے تقویت الایمان "تفویت الایمان" اسم بامسمّی ہو گیا۔اشرف علی تھانوی کی کتاب کا نام حفظ الایمان ہے۔فاضل بریلوی نے ف کو اس طرح بنا دیا کہ ب کا شوشہ معلوم ہوا اور ح اور ب کا نقطہ دے کر اس کا صحیح نام خبط الایمان کر دیا۔

مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنے خیالات پر مبنی ایک رسالہ لکھا اور اس کا نام "سبیل الرشاد" رکھا سبیل الرشاد قرآن حکیم کی ایک آیت کا جز ہے۔ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک امتی اور فرعون کے درمیان مکالمہ ہوا۔اور سبیل الرشاد پر فرعون کا جواب ختم ہوا کہ "میں تم کو وہی بتاتا ہوں جو بھلائی کی راہ ہے"۔فاضل بریلوی کی خدمت میں جب وہ رسالہ آیا آپ نے اس کو ملاحظہ فرمایا اور ٹائیٹل پر اس کے نام کے اوپر بڑھا دیا قال فرعون مآ اریکم الا مآ اری وما اھدیکم الا تو سب مل کر فرعون کا مقولہ ہو گیا جو سورۂ مومن میں ہے قال فرعون مآ اریکم الا ما اری وما اھدیکم الا سبیل الرشاد فرعون بولا میں تو تمہیں وہی سمجھاتا ہوں جو میری سوجھ ہے اور میں تمہیں وہی بتاتا ہوں سبیل ارشاد۔

شمس الدین محمد حافظ شیرازی (متولد ۷۲۶ھ) کی ایک مشہور غزل کے تین اشعار ملاحظہ کیجئے:-

الا یا ایھا الساقی ادر کاسا وناولھا
کہ عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکلہا

☆

بہ سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلہا

☆

ہمہ کارم زخود کامی بہ بدنامی کشید آخر
نہاں کے ماند آں رازے کروسازند محفلہا

☆

فاضل بریلوی نے حافظ شیرازی کی مندرجہ بالا غزل پر تضمین لکھی ہے۔جسے حدائق بخشش میں دیکھا جا سکتا ہے دو اشعار ملاحظہ کیجئے جس کے ذریعہ سے فاضل بریلوی نے وہابی فرقہ پر چوٹ کی ہے۔

بلا بار یدحب شیخ نجدی بروہابیہ
کہ عشق آساں نمود اول ولے افتاد و مشکلہا

☆

وہابی گرچہ اخفا میکند بعض نبی لیکن
نہاں کے ماند آں رازے کروسازند محفلہا

☆

اسمٰعیل دہلوی نے اپنی کتاب "ایضاح الحق" میں لکھا ہے۔"زمان و مکان وجہت کے اللہ عزوجل کو منزہ ماننا اور اس کا دیدار بلا کیف وجہت ومحاذات حق جاننا بدعت حقیقہ

کے قبیل سے ہے"۔ایک صاحب نے مذکورہ قول کو نقل کر کے دیوبند کے مفتیوں کے پاس بھیجا کہ ایسا لکھنے والے کے بارے میں آپ لوگوں کا کیا خیال ہے۔اعلیٰحضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کو طنزیہ انداز میں اس طرح رقم کیا ہے۔ایک مسلمان نے دہلوی صاحب کے اس قول کا دیوبندی صاحبوں سے استفتاء کیا اور حسب دستور مسائل کو زید،عمرو،بکر لکھ کر دریافت کرتے ہیں،دہلوی صاحب کا نام نہ لکھا۔اس پر عالیجناب شیخ الکنا گہ جناب مولوی گنگوہی نے جواب تحریر کیا۔

الجواب :-یہ شخص اہلسنت والجماعت سے جاہل اور بے بہرہ اور یہ اعتقاد اور مقولہ جو درج سوال ہے۔کفر ہے۔نعوذ باللہ منہ۔حضرات سلف صالحین اور ائمہ دین کا یہی مذہب ہے اور یہی احادیث صحیحہ وکلام اللہ شریف کی آیات سے ثابت ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ زمان و مکان و جہت سے پاک ہے اور دیدار اس کا بہشت میں مسلمانوں کو نصیب ہوگا۔چنانچہ کتب عقائد اس سے مشحون ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔بندہ رشید احمد گنگوہی

امام احمد رضا قدس سرہم آگے تحریر کرتے ہیں کہ "اور اس پر حضرات دیوبند مولوی محمود حسن مولوی عزیز الرحمٰن وغیرہما نے مہریں کیں اور جناب اسمٰعیل دہلوی پر بددین، ملحد،زندیق کی چوٹیں جڑیں،علی الخصوص ہمارے ذکر کے قابل مولوی اشرفعلی تھانوی ہیں جنہوں نے اس حکم کفر دہلوی صاحب پر یوں تصدیق فرمائی۔

الجواب صحیح:-اشرفعلی عنہ-اعلیٰ حضرت مزید تحریر کرتے ہیں کہ "جب یہ حضرات فتوے دے چکے،اب مسلمانوں نے پندرہ سوال کا استفتاء ان حضرات سے کیا اور اسمٰعیل دہلوی اور ان کی ناقص کتاب "ایضاح الحق" کا نام وکلام کھول کر دکھایا کہ مفتی صاحبو!وہ شریعت کا حکم اب بھی مانو گے یا طائفہ کے پیر جی کو خدا کی حکومت سے باہر جانو گے؟رشید احمد گنگوہی،محمود حسن،عزیز الرحمٰن اور اشرفعلی کے سامنے "ایضاح الحق" کا نام وکلام کھول کر رکھا گیا ہوگا تو وہ لوگ تک تک دیدم۔دم نہ کشیدم کی مثل ہو گئے ہوں گے۔ان لوگوں کے "خود کردہ اعلاجے نیست" پر اعلیٰحضرت امام احمد رضا کی طنزیہ اور ناقدانہ عبارت ملاحظہ کیجئے:-

"۲۸ صفر ۱۳۲۹ھ کو یہ استفتاء طبع ہو کر شائع ہوا۔تین برس ہونے کو آئے ہیں۔سب صاحب ساکت و خاموش "درخواب خرگوش" مشکل تو یہ ہے کہ بولیں تو کیا بولیں،قسمت کا لکھا کیونکر دھولیں،اپنے منہ امام الطائفہ پر حکم کفر کریں تو کیونکر؟اب تو فتوے سانپ کے منہ کی چھچھوندر ہو گیا کہ اگلے تو اندھا،نگلے تو کوڑھی،چار ناچار سکوت کی اوڑھی اسے ناحق کوشی کہتے ہیں،اسے پیر جی پرستی کہتے ہیں،اسے بادۂ ضیانت کی بدمستی کہتے ہیں،بلا پسہو، جواب نہ دیتے،دل میں پشیمان تو ہوتے کہ جسے خود اپنے فتوؤں میں کفر بکنے والا،بددین ملحد،زندیق لکھ چکے،اب تو اس کی غلامی چھوڑیں،اسے پیشوا ماننے سے منہ موڑیں مگر حاشا

چھٹنی کہاں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی......اب تک وہ ایسا ہی چنیں و چناں ویسا ہی امام،یہ اس کے ویسے ہی چنا چنیں ویسے ہی غلام۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی طنزیہ نگاری تفریحاً وطبیعتاً نہیں تھی آپ نے اپنے مقابل یا مخالف اور اسلامی مسائل میں کتر بیونت کرنے والوں کی کمزوریوں اور خامیوں پر جو چوٹیں کی ہیں وہ دینی تعصب یا تنگ نظری کی بنا پر نہیں ہے بلکہ طنزیہ نگاری کے فن میں اعلیٰ درجہ کی جدت پیدا کر کے اپنا الگ مقام بنایا ہے۔بقول ڈاکٹر خلیل اللہ خاں "طنز نگار ایک بلند پایہ اخلاق کا حامل ہوتا ہے جو اپنے بلند مقام سے انسانی کمزوریوں،خامیوں اور فریب کاریوں کو اپنے طنز کا نشانہ بناتا ہے۔

روہیلکھنڈ کے سرداروں کی داستان پارینہ

(تاریخی تناظر میں) (آخری قسط)

حافظ الملک نے روہیلکھنڈ میں بہ کثرت گڑھیاں، قلعے، شہر پناہیں، محل سرائیں، مسافر خانے، مہمان خانے، باغات، سڑکیں، نہریں، تالاب، مدرسے و مسجدیں اور مقبرے تعمیر کرائے جن میں سے بعض شکستہ اور بعض بہتر حالت میں ہیں۔ حافظ الملک نے بریلی میں مبارک محل، دیوان عام، دیوان خاص، قلعہ، مسجد اور حمام بنوائے اور شجاع الدولہ نے ان کو مسمار کراکے صفحۂ ہستی سے مٹایا۔

اب ان کے جائے وقوع کا بھی پتہ نہیں ملتا، قلعہ شہر کے جانب غرب واقع تھا اب ایک محلّہ اس نام سے موسوم ہے، قلعے کے موجودہ دروازے جہاں انگلش کلکٹر ضلع کے عہد کی تعمیر ہیں، حافظ الملک کی ہمشیرہ بی بی صاحبہ نے ایک خوبصورت اور عالی شان مسجد تعمیر کرائی جو بی بی جی کی مسجد کے نام سے محلّہ بہاری پور میں موجود ہے، حافظ الملک کے فرزند اکبر عنایت خان نے محلّہ بزریہ عنایت گنج آباد کیا تھا جو شہر کہنہ میں موجود ہے، عنایت خان کا انتقال ۱۷۷۳ء پرانا شہر بریلی میں ہوا۔

حافظ الملک کے مقبرہ کے نزدیک سڑک پار باغ عنایت خاں میں دفن ہوئے، قبر ابھی تک محفوظ ہے، حافظ الملک کے ایک صاحبزادے ذوالفقار خاں ۱۷۹۷ء نے ایک بڑا بازار ذوالفقار گنج بنوایا جواب شہامت گنج کہلاتا ہے۔ انہوں نے ہی حافظ الملک کا مقبرہ تعمیر کرایا، جس کا آغاز ۱۷۷۵ء میں دیوان روپہار سنگھ نے کیا تھا مقبرہ محلّہ باقر گنج خان محمد خاں کے باغ میں واقع ہے، ۱۸۱۹ء میں انگریزوں نے گنبد، مسجد پھاٹک اور دیواری بنوائی۔ نواب ذوالفقار خاں کے لڑکے نواب خان بہادر خاں مجاہد جنگ آزادی ۱۸۵۷ء نے اپنے عارضی اور مشکل ترین زمانہ حکومت میں بھی کئی عمارتیں بنوائی، ان کی بنوائی ہوئی ایک مسجد محلّہ بھوڑ کھیڑا خان بہادر خاں میں واقع ہے۔

حافظ الملک کے ایک اور بیٹے نواب مستجاب خاں نے ۱۸۲۲ء میں ایک باغ لگوایا تھا جو قلعہ کی سڑک کے پاس اسٹیشن سے جانب شمال واقع ہے اور باغ نواب مستجاب خاں کے نام سے موسوم ہے، نواب مستجاب خان کی قبر اسی باغ میں ہے۔

حافظ الملک کے ایک سردار محمد میر خاں نے میر گنج بسایا، وہ جنگ پٹنہ میں قاسم کی طرف سے لڑ کر شہید ہوئے تھے، لاش میر گنج لاکر دفن کی گئی، قبر آج بھی موجود ہے، حافظ الملک کے زمانے میں صندل خاں شہر بریلی کے کوتوال تھے، انہوں نے قلعہ کے قریب ایک محلّہ آباد کیا جو بزریہ صندل خاں کے نام سے موسوم ہے، اس محلے میں نواب احمد خاں ہوش بریلوی کا مکان ہے اس میں ان کے پوتے نواب وقار احمد خاں رہتے ہیں، اب یہ محلّہ نواب وقار احمد خاں کے نام سے موسوم ہے، ایک اور روہیلہ سردار احمد علی خاں نے ایک وسیع باغ اور تالاب بنوایا تھا۔ تالاب پر میونسپل بورڈ کی عمارت بنوا کر بند کرا دیا ہے۔

حافظ الملک کے پیر حضرت سید احمد عرف شاہ جی بابا نبیرہ حضرت سید علی عرف بابا صاحب آسودہ بنیر ضلع سوات قلعہ نو محلّہ میں رہتے تھے، اب قلعہ کا کوئی وجود نہیں صرف نو محلّہ کی عظیم الشان مسجد باقی ہے، جس کے صحن میں حضرت شاہ جی بابا اور ان کے صاحبزادے شاہ معصوم صاحب کے مزارات ہیں، مسجد کے مشرق میں سادات نو محلّہ کا قبرستان

ہے،اس مسجد کی مرمت خان بہادر رحیم داد خاں رئیس بریلی نے کرائی تھی، کتبہ تاریخ پر حضرت خواہاں بریلوی کی تاریخ "خوشا مسجدہ گاہ آمد للہ اکبر" کنندہ ہے۔ سادات نومحلہ کی حویلیاں جو نہایت وسیع تھیں ۱۸۵۷ء میں مسمار کر دی گئیں، ان کی جگہ ۱۸۸۶ء کا مزار اور مسجد ہے جو اخوند زادے کی مسجد کہلاتی ہے، اخوند صاحب بڑے صاحب باطن بزرگ تھے، حافظ الملک خود ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

حافظ الملک کے دیوان راجہ مان رائے نے ایک بڑی عالی شان حویلی تعمیر کرائی تھی، اس حویلی میں مغل بادشاہ شاہ عالم مقیم ہوا تھا۔ کٹرہ مان رائے کا بلند پھاٹک ابھی تک موجود ہے۔ راجہ صاحب نے بریلی میں ایک عظیم الشان بارہ دری بھی بنوائی تھی۔ راجہ مان رائے کے بعد راؤ پہاڑ سنگھ دیوان ہوئے، ان کی حویلی شکستہ حالت میں گڑھی پہاڑ سنگھ میں باقی ہے ان کے بھائی چنبت رائے کا دان کیا ہوا ایک بہت بڑا باغ سادھوؤں کی ملکیت میں ہے جو باغ چنبت رائے کے نام سے موسوم ہے۔

بدایوں میں فتح خاں خانساماں گورنر بدایوں کی پرشکوہ اور عظیم الشان حویلیاں ٹولہ حسینی گلی میں تھیں، بدایوں کی پرانی تحصیل فتح خاں خانساماں کی ایک حویلی میں مدت تک رہی۔ فتح خاں خانساماں نے اپنے مکانات کے احاطے میں ایک شاندار مسجد بنوائی تھی جس کا اب وجود تک نہیں ہے۔ فتح خاں کی تعمیر کردہ ایک سرائے۔ کارواں بازار۔ عالم گیری گنج (پرانا بازار) میں موجود ہے۔ سڑک کے قریب ہی ان کا بنوایا ہوا ایک حمام ہے، اس میں یہ کاریگری ہے کہ حوض کی نالیوں کا پانی اندرونی زمین معلوم نہیں ہوتا، حالانکہ اس کا سراغ لگانے کی بہت کوشش کی گئی۔

بدایوں میں فتح خاں خانساماں کے بنوائے ہوئے تین بڑے کنوئیں بھی ہیں، پہلا کنواں ٹکیٹ گنج میں، دوسرا چوک حلوائیاں پر، تیسرا کچہری بدایوں کے راستے میں ہے، فتح خاں خانساماں نے دریائے سوت پر تین پل بنوائے تھے یہ تینوں پل ٹوٹ چکے ہیں۔ قصبہ اوسیت میں خانساماں نے ایک بڑا شاندار قلعہ تعمیر کرایا تھا اس میں تحصیل قائم کی گئی۔ تحصیل داتا گنج کو منتقل ہونے کے بعد بھی تھانہ قائم رہا ۱۹۴۵ء میں اسکی عمارت دوبارا بنوائی گئی اب اوسیت میں خانساماں کی یادگار صرف ایک مسجد ہے جو قلعہ کے دروازے پر ہے اور نہایت وسیع ہے۔

حافظ الملک حافظ رحمت خاں کی کچھ یادگاریں بدایوں میں ہیں، انہوں نے لیاقت والد شاہ عالم خاں کی قبر پر ایک باغ لگوایا تھا، جو حافظ باغ کہلاتا تھا۔ قبر پر حریم اس کے گرد ایک پختہ چار دیواری بھی بنوائی تھی، اس کے علاوہ ایک خوبصورت مسجد بھی تعمیر کرائی تھی جو اب تک موجود ہے، مقبرہ شکستہ حالت میں ہے۔

حافظ الملک نے حضرت سید احمد بخاری (والد ماجد حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ) کے مزار واقع تالاب میں ۱۱۷۰ء میں حریم اور پختہ چار دیواری ، اور حریم کے اندر ایک خوشنما سل اور دو حجرے بنوائے، اس کے علاوہ حضرت شاہ اجیالے صاحب قدس سرہٗ، حضرت سلطان العارفین صاحب قدس سرہٗ کے مزارات کی مرمت بھی انہوں نے کرائی، اوجھانی تحصیل بدایوں میں نواب عبد اللہ خاں خلف اکبر نواب علی محمد خاں نے بہت سی عمارتیں بنوائیں جن میں ایک بڑا وسیع اور شاندار قلعہ بھی تھا۔ جواب بالکل ختم ہو چکا ہے، قلعے کے کھنڈرات محلّہ قلعہ کھیڑہ کے نام سے موسوم ہیں۔

قلعہ سے ملی ہوئی بلندی پر بڑی شاندار اور خوبصورت مسجد ہے۔ نواب عبد اللہ خاں کا مقبرہ ان کے صاحبزادے نواب نصر اللہ خاں سلطان نے بنوایا تھا۔ یہ مقبرہ نہایت خوبصورت ہے چاروں میناروں سے شہر کا منظر آتا ہے

،نواب عبداللہ خاں نے محلہ بہادر گنج کے شمال میں ایک باغ لگوایا تھا جس کی اب صرف فصیل باقی ہے، نواب صاحب نے اوجھانی سے تین میل جانب شمال موضع عبداللہ گنج بھی آباد کیا تھا اور بدایوں میں حضرت شاہ اجیالے صاحب کی درگاہ کی مسجد بھی بنوائی تھی۔

بسولی ضلع بدایوں کو نواب دوندے خاں نے بہت ترقی دی، انہوں نے دریائے سوت کے کنارے ایک بڑا قلعہ بنوایا احاطے کی تعمیر نا مکمل تھی، حکومت میں انقلاب آ گیا، لیکن کافی عرصے تک دو دروازے اور شاندار برج باقی رہے۔ نواب دوندے خاں کا مقبرہ دریائے سوت کے قریب واقع ہے، یہ ایک عالی شان عمارت ہے جس کے صحن کے وسط میں نواب اور ان کے پیر کی قبریں ہیں۔

پیلی بھیت کو نواب علی محمد خاں نے بطور انعام حافظ رحمت خاں کو دے دیا تھا، انہوں نے اس کا نام "حافظ آباد" رکھا اور محل سرائیں، بازار، مدرسے اور حمام تعمیر کرائے۔ اپنی محل سرائیں، دیوان خاص اور دیوان عام کی عمارتیں بنوائیں، شہر کی پختہ تحصیل بنوائی۔

پیلی بھیت کی جامع مسجد، دہلی کی جامع مسجد کے نمونہ پر حافظ الملک نے بنوائی۔ جس میں بہ کثرت حجرے وسیع دالان، بڑا حوض اور کنواں اور غسل خانے موجود ہیں، پیلی بھیت میں شیخ کبیر کی مسجد بھی بڑی عظیم الشان ہے اور کافی اونچائی پر واقع ہے، باغیچہ میں شیخ کبیر کا مزار ہے حافظ الملک کے دیوان مان رائے کے محل کے کھنڈرات بھی پیلی بھیت میں ہیں، دوسرے دیوان راؤ پہاڑ سنگھ نے بیسلپور میں موضع پہاڑ گنج آباد کیا تھا۔

۱۷۵۴ء میں روہیلکھنڈ کی سہ بارہ تقسیم کے بعد بریلی اور شاہ آباد (رام پور) کا علاقہ نواب فیض اللہ خاں خلف نواب علی محمد خاں کو ملا، نواب فیض اللہ خاں آنولہ کی سکونت چھوڑ کر بریلی پہنچے اور قلعہ کے نزدیک وسیع محلات بنوا کر رہنا شروع کیا، اور وہاں نوبت و نقارہ بجنے لگا، لیکن پانی پت کی تیسری جنگ ۱۷۶۱ء کے بعد نواب عنایت خاں خلف حافظ الملک کو ان کی شجاعت و جانبازی کے صلے میں خطاب نوابی و نوبت و علم ملا، تو انہوں نے ایک شہر میں دونو بتوں کا بجنا گوارا نہ کیا، اپنے ملازموں سے نواب فیض اللہ خاں کی نوبت رکوادی، نواب فیض اللہ خاں ناراض ہو کر شاہ باد (رامپور) چلے گئے۔

ان کے محلات بریلی میں نواب عبدالقادر خاں عرف خواجو میاں کی اولاد رہنے لگی، ۱۷۷۴ء کی جنگ میں حافظ رحمت خاں کی شہادت کے بعد نواب فیض اللہ خاں ترائی کے مقام لال ڈانگ چلے گئے، وہاں سرداران روہیلکھنڈ ان کے پاس جمع ہو گئے، لال ڈانگ گھنے جنگلات اور دشوار گذار پہاڑوں سے گھرا ہوا تھا، وہاں شجاع الدولہ کی فوج نہ پہنچ سکی۔

آخر اس نے مصالحت کر لی اور رامپور کا علاقہ نواب فیض اللہ خاں کو دیدیا، اس طرح ریاست رامپور کی بنیاد رامپور میں نواب فیض اللہ خاں نے قلعہ نما مکان بنوایا اور ۱۷۶۶ء میں جامع مسجد بنوائی، جو بعد میں نواب کلب علی خاں کی تعمیر کردہ جامع مسجد میں شامل کر دی گئی، نواب فیض اللہ خاں نے ۱۷۹۳ء میں انتقال کیا عید گاہ دروازے کے قریب ان کا خوبصورت مقبرہ ہے۔ ان کے جانشین نواب محمد علی قتل کر دئے گئے اور نواب محمد یار خاں کے مقبرہ موسوم بہ پرانا مدرسہ میں دفن ہوئے، ان کے قتل پر ناراض ہو کر نواب آصف الدولہ نے فوج کشی کر دی، موضع بھٹورہ میں زبردست جنگ ہوئی جو جنگ دو جوڑا کہلاتی ہے، اس میں نواب نجو خاں اور بلند خاں شہید ہوئے۔

نواب غلام محمد خاں نظر بند کر دئے گئے، اور ان کی جگہ نواب احمد علی خاں ولد نواب محمد علی خاں نواب بنائے گئے کیونکہ وہ کم عمر تھے اس لئے نواب نصر اللہ خاں ولد

نواب عبداللہ خاں نائب ناظم مقرر ہوئے، نواب احمد علی خاں نے ۱۸۱۷ء میں ایک عالی شان دروازہ تعمیر کرایا جو بعد میں ترپولینہ مشہور ہوا، اس دروازے کے اوپر نوبت خانہ تھا جہاں روزانہ مقررہ اوقات پر نوبت بجائی جاتی تھی، نواب احمد علی خاں کا ۱۸۴۰ء میں انتقال ہوا، وہ اپنے مقبرے موضع نانکار میں دفن ہوئے، ان کی بیگم صاحبہ محل جو فرنگن تھیں انکا محل فرنگن کا کوچہ مشہور ہے،

نواب صاحب کے ماماسے شاہ بی بی کا محل منسوب ہے، نواب محمد سعید خاں نے موتی مسجد اور ایک امام باڑہ اور کئی چھاؤنیاں بنوائیں، انکا انتقال ۱۸۵۵ء میں ہوا۔ اور نواب یوسف علی خاں مسند نشین ہوئے انکا انتقال ۱۸۶۵ء میں ہوا۔

انہوں نے کوٹھی خورشید منزل اور دیوان خانے کی مرمت کرائی اور قلعہ کا دروازہ ۱۸۶۵ء میں در دولت بنوایا۔ ان کے جانشین نواب کلب علی خاں نے ۱۸۷۳ء میں نئی عیدگاہ نیز ۱۸۷۵ء میں ایک عالی شان مسجد تعمیر کرائی نواب صاحب کے محل کا نام مچھی بھون تھا، نواب صاحب کا انتقال ۱۸۸۷ء میں ہوا، ان کے نشین نواب مشتاق علی خاں کا انتقال ۱۸۸۹ء میں ہوا، ان کے بعد حامد علی خاں نواب بنے اور جنرل اعظم الدین خاں ولد جلال الدین خاں ولد غلام معین الدین خاں عرف بھبوخاں ولد نواب ضابطہ خاں ولد نجیب الدولہ کارپرداز ہوئے۔

جنرل صاحب ۱۸۹۱ء میں قتل ہوئے، اختیارات ملتے ہی نواب حامد علی خاں نے تعمیرات کا سلسلہ شروع کر دیا، ان کی عمارات میں سب سے خوبصورت قلعہ معلّٰی ہے، اس کی فصیل قلعہ آگرہ و قلعہ دہلی کی طرح ہے، ہر گوشے اور ہر دیوار کے وسط میں برج ہیں، قلعہ کا مغربی دروازہ حامد گیٹ کہلاتا ہے، قلعہ میں نواب صاحب کا محل بھی بھون، کتب خانہ، توشہ خانہ، رنگ محل اور امام باڑہ ہیں، قلعہ معلّٰی کے باہر خسرو باغ اور کوٹھی بے نظر اور باغ قابل دید ہیں، ۱۹۳۰ء میں نواب حامد علی خاں کا فوت ہوئے۔

روہیلوں کی باقی یادگاریں

۱۷۲۰ء میں علی محمد خاں نے آنولہ کے کھٹیر یا سردار کو قتل کر کے یہاں اپنا صدر مقام بنایا۔ دہام پور ضلع بجنور میں دوندے خاں نے شاہی فوج کے سپہ سالار قطب الدین خاں کو شکست دی۔ کرت پور تحصیل نجیب آباد میں نواب نجیب الدولہ کے قلعہ کے آثار موجود ہیں۔ نجیب آباد ضلع بجنور روہیلوں کے دور میں آباد ہوا۔ اس کے مشرق میں ڈیڑھ میل پر نجیب الدولہ نے عظیم قلعہ پتھر گڑھ یا نجف گڑھ تعمیر کرایا تھا۔

یہ قلعہ جو اینٹ اور پتھر سے تعمیر کیا گیا تھا اب کھنڈر پڑا ہے، یہ اس کے چاروں طرف فصیل ہے ہر کنارے پر ایک دمدمہ بنا ہوا ہے۔ ہر سمت دروازے ہیں، اصل دروازہ آبادی کی طرف سے قصبے کے مشرق میں نجیب الدولہ کا مقبرہ ہے، جو ۱۷۷۰ء میں تعمیر ہوا تھا، شمال میں اس کے بھائی جہانگیر خاں سے منسوب ہے۔ شمال مشرق میں نواب کا محل ہے جس میں اب تحصیل کا دفتر ہے۔ گیٹ کے سامنے نوبت خانہ ہے اور شمال مشرق میں ایک عمدہ باغ ہے، جو نواب معین الدین خاں نے لگوایا تھا، باغ میں ایک وسیع عمارت کوٹھی بنیاد ہے، محلہ نواب قصبہ پر ۱۷۷۴ء میں مرہٹوں نے حملہ کیا تھا۔ ۱۷۷۴ء میں نواب اودھ نے اس پر قبضہ کیا تھا، ۱۸۰۱ء میں نواب معین الدین خاں نے یہاں اقامت اختیار کی، ان کے لڑکے محمود خاں نے جنگ آزادی میں نمایاں کردار ادا کیا تھا۔

نگینہ اکبر کے زمانے میں اہم مقام تھا۔ روہیلوں کے دور میں اس کی اہمیت میں اضافہ ہوا، اور یہاں پرانا قلعہ تعمیر ہوا اور خوبصورت مسجدیں بنیں۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں نگینہ تحریک آزادی کا مرکز تھا۔ مجاہدین کو جنرل

جونز نے یہاں مکمل شکست دی، کرت پور تحصیل نجیب آباد میں نجیب الدولہ کے قلعے کے کھنڈرات ہیں۔ افضل گڑھ ضلع بجنور کو نواب ضابطہ خاں کے بھائی افضل خاں نے آباد کیا تھا، ۱۸۵۷ء میں اسے تباہ کر دیا گیا۔

سیل گڑھ تحصیل نجیب آباد پر ۱۷۵۹ء میں بخشی سردار خاں نے قبضہ کیا تھا۔ ۱۸۷۰ء میں اسے تباہ کر دیا گیا تھا۔ اس کے شمال میں آصف گڑھ کا قلعہ تھا جو اب معدوم ہو چکا ہے۔

چندوسی تحصیل بلاری ضلع مراد آباد کو ابراہیم خاں نے ۱۸۵۷ء میں آباد کیا تھا، اس کی یادگار ایک کنواں ہے، قصبے میں ایک فصیل تھی جس کے آٹھ دروازے تھے، فصیل اب موجود نہیں ہے اور صرف دو دروازوں کے آثار باقی ہیں۔ نواب امین الدولہ نے میاں سرائے سنبھل میں بندگی میاں کی مسجد ۱۷۵۴ء میں بنوائی اور ایک قلعہ بھی بنوایا۔ ٹھاکر دوارہ ضلع مراد آباد سے کٹھیریوں کو روہیلوں نے نکال دیا، اس پر دوندے خاں نے قبضہ کر لیا اس کے لڑکے فتح اللہ خاں نے شہر کے مغرب میں فتح اللہ گنج آباد کیا مراد آباد میں نواب عظمت اللہ خاں کا مقبرہ اور حضرت شاہ بلاقی کی درگاہ اس دور کی عمارات ہیں۔

حافظ رحمت خاں نے حافظ گنج تحصیل نواب گنج ضلع بریلی ۱۷۵۳ء میں آباد کیا تھا، اس کے قریب شمال میں ایک مینار ہے فن تعمیر کا اچھا نمونہ ہے۔

اتر چھینڈی تحصیل آنولہ ضلع بریلی میں نواب سعد اللہ خاں ابن نواب علی محمد خاں نے عظیم الشان قلعہ بنوایا تھا اور دریا کے پار سعد اللہ گنج آباد کیا تھا۔ اس قلعے میں نواب میر قاسم نے جنگ بکسر کی شکست کے بعد چھ ماہ قیام کیا تھا۔

بشارت نگر تحصیل بلاسپور ضلع رامپور اور بشارت گنج تحصیل آنولہ ضلع بریلی کا روہیلہ سردار بشارت خاں نے آباد کیا تھا۔ بشارت گنج کا نام اس نے احمد خاں بخشی کے نام پر احمد نگر رکھا تھا، بازار کا نام اب بھی احمد نگر ہے۔

چومحلہ تحصیل بہیڑی ضلع بریلی کا زیادہ حصہ روہیلوں کے زمانے میں چکلہ رہٹر میں شامل تھا، جو نواب دوندے خاں کے قبضے میں تھا، پرگنہ چومحلہ ۱۷۷۴ء میں نواب رام پور کو دے دیا گیا تھا۔

کوٹ قادر تحصیل نگینہ ضلع بجنور روہیلہ سردار غلام قادر خاں کے نام سے موسوم ہے، قادر چوک تحصیل بدایوں بھی اس سے منسوب ہے، یہاں اس نے قلعہ تعمیر کرایا تھا، نگریا عاقل تحصیل رام پور کو نواب فیض اللہ خاں کے زمانے میں عاقل خاں نے آباد کیا تھا۔

جلال پور تحصیل تلہر ضلع شاہجہاں پور روہیلہ سردار جلال خان نے آباد کیا، تلہر ضلع شاہجہاں پور محمد خاں یوسف زئی سے منسوب ہے۔ اس کا بیٹا حافظ رحمت خاں کی فوج کا سردار تھا۔ اور میران پور کٹرہ کی جنگ میں مارا گیا، اس نے یہاں ایک قلعہ اور محل بنوایا تھا، اس کے وارث ۱۸۵۷ء تک اس پر قابض رہے پھر بغاوت کے جرم میں قلعہ ان سے چھین لیا گیا۔ اب اس قلعے میں تحصیل اور پولس ہے۔ بیسلپور ضلع پیلی بھیت کا قدیم نام وشالا پور یعنی بڑا شہر تھا، روہیلوں نے یہاں قلعہ بنوایا حافظ رحمت خاں نے ایک افسر شیر خاں کو یہاں کا حاکم مقرر کیا تھا۔

روہیلہ دور کے بعد کی یادگاریں

۱۷۷۴ء میں روہیلکھنڈ نواب اودھ کی عملداری میں آ گیا، اس دور میں بریلی میں گدڑی کی مسجد اور حافظ الملک کا مقبرہ تعمیر ہوا۔ نیز بریلی کا حسین باغ ناظم اودھ حسین علی خاں کی یادگار ہے۔ نواب گنج ضلع بریلی کا نام بھی آصف الدولہ سے موسوم ہے، پہلے اس کا نام بجوریا تھا۔

عہد انگریزی میں مقبرہ حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی قدس سرہٗ ۱۸۳۵ء تعمیر ہوا مقبرے کے گنبد سنگ مرمر کے ہیں۔

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء

انگریزوں کے عہد حکومت کا سب سے مشہور واقعہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی ہے، جس کو انگریزوں اور انکے خوشامدیوں نے غدر کے نام سے موسوم کیا، ان لوگوں نے مجاہدین آزادی کو غدار اور ان کے جذبے کو غدر قرار دیا، لیکن حق و انصاف کی نظر میں خود انگریز غدار تھے، جنہوں نے تاجر کی حیثیت سے اس ملک میں قدم رکھا اور یہاں کی حکومتوں کی رعایتوں سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اقتدار پر قبضہ کرلیا، جب ان کے ظلم و ستم کے خلاف خود ان کی فوج نے بغاوت کی تو ملک کے مظلوم عوام نے بھی ان کا ساتھ دیا۔

انگریزوں نے اپنے روایتی حربے یعنی مکر و دغا سے کام لے کر غداروں کی مدد سے اس جنگ آزادی کو ناکام بنادیا۔ اور مجاہدین آزادی پر بغاوت کے مقدمات چلاکر ان کو ظالمانہ سزائیں دیں۔

روہیلکھنڈ کے مجاہدین آزادی اور ان کے کارناموں کی تفصیل بہت ہے مگر یہاں پر مختصر اً ذکر کیا جاتا ہے۔

نواب خاں بہادر خاں خلف نواب ذوالفقار خاں خلف حافظ الملک حافظ رحمت خاں ۱۸۹۰ء میں شہید ہوئے، ان کے دادا حافظ الملک انگریزی استعمار کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ نواب خان بہادر خاں صاحب سیف و قلم تھے اور وہ شاعری میں مصروف تخلص کرتے تھے اور قلندر بخش جرأت کے شاگرد تھے، ان کے قلمی دیوان کا انتخاب مولانا حسرت موہانی مرحوم نے اپنے رسالہ اردوئے معلی میں شائع کردیا تھا۔ اسکے علاوہ نواب صاحب کی نثری تصنیف ''مقاصد الصالحین'' ان کے علمی مرتبے کا ثبوت ہے نواب صاحب جنگ آزادی سے قبل بریلی میں صدر الصدور تھے، مدت ملازمت پوری کرنے کے بعد انہوں نے پنشن لے لی تھی۔

میرٹھ میں انگریزی فوج جب انگریزوں کت خلاف جد و جہد کا آغاز کیا تو بریلی میں بھی جہاد آزادی شروع ہو گیا۔ انگیریز سب کچھ چھوڑ کر نینی تال چلے گئے اور نواب صاحب کی حکمرانی کا اعلان کردیا گیا۔ جنرل بخت خاں اور دوسرے فوجی افسروں اور عمائد شہر نے متفق ہو کر ان کو روہیلکھنڈ کا نواب منتخب کیا۔ شاہ دہلی نے انتظام الدولہ محافظ الملک خان بہادر خاں کو ہر بر جنگ کے خطابات دیئے گئے۔ مرکز کو تقویت پہنچانے کی غرض سے جنرل بخت خاں دہلی چلے گئے۔

نواب صاحب نے سوبھارام کو دیوان ریاست۔ نذر محمد خاں کو جنرل، مدار علی خاں کو سپہ سالار، مولود خاں اور عبد الرحمٰن خاں رامپوری کو فوجی چھاؤنی کے افسران، منشی فرحت اللہ کو بخشی، واکبر علی خاں کو کوتوال شہر بریلی۔ نظام علی خاں کو ناظم شاہ جہاں پور اور فتح علی شاہ ناظم بدایوں مقرر کیا، انگریزوں کا یہ بیان غلط ہے کہ نواب صاحب کے دور حکومت ہندوؤں پر سختی ہوتی تھی، اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے ایک ہندو کو دیوان ریاست مقرر کیا اور دوسرے عہدوں پر بھی بہت سے ہندو فائز تھے۔

نواب صاحب نے تقریباً ایک سال حکومت کی، انگریزوں کا سپہ سار کالن کمبل شاہ جہاں پور فتح کرنے کے بعد بریلی آیا۔ نواب صاحب نے نکلیا ندی کے پار ایک اونچے مقام پر توپیں نصب کیں اور دونوں طرف پیادہ فوج آراستہ کی، ۵ر مئی ۱۸۵۸ء کو گھمسان کی جنگ ہوئی۔

انگریزوں کی فوج زیادہ تھی، لیکن نواب صاحب کے ساتھ ایک فوج غازیوں کی تھی انہوں نے سبز پگڑیاں اور سبز پٹکے کمر سے باندھ رکھے تھے، انہوں نے مرنے مارنے کی قسم کھائی تھی، وہ گھوڑوں پر سوار تیزی سے دشمنوں کے لشکر پر حملہ آور ہوئے اور ان کا صفایا کردیا، پھر گھا گرا پلٹن پر جا گرے۔ سب نے میدان جنگ میں جانیں دے دیں،

نواب صاحب کے جیالے نے انگریزی فوج کے میسرے کا چکر کاٹا اور اس کے عقب میں پہنچ گیا، اس سے کیمپ میں شدید خوف وہراس پیدا ہوگیا، ان پر غازیوں کے ایک مختصر گروہ نے حملہ کر دیا اور وہ سب شہید ہو گئے، شام تک انگریزوں کا پلہ بھاری ہوگیا نواب صاحب وہاں سے پہلی بھیت پھر وہاں سے نیپال چلے گئے۔ وہاں لڑائی میں اتفاقاً گھوڑے سے گر پڑے اور گرفتار کر کے لکھنؤ لے جائے گئے، وہاں مقدمہ چلا کر سزائے موت کا حکم صادر ہوا۔ پھانسی کے لئے بریلی لائے گئے، شہر کے مرکز میں فوج کی ناکہ بندی کے بعد پھانسی دے دی گئی اور راقم السطور کو نواب خان بہادر خان کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ سالانہ تقریب بھی منعقد ہوتی ہے اس میں بھی راقم پابندی کے ساتھ شرکت کرتا ہے۔

جنرل بخت خاں ۱۸۱۰ء-۱۸۶۰ء

ان کے والد عبد اللہ خاں کا تعلق نواب نجیب الدولہ کے خاندان سے تھا۔ وہ سلیم پور اودہ میں سکونت پذیر تھے اور ان کی شادی اودہ کے شاہی خاندان میں ہوئی، جنرل صاحب نے انگریزی فوج میں ملازمت اختیار کی۔ افغانستان کی پہلی جنگ میں ایک کے افسر کی حیثیت سے شریک تھے، افغانستان سے واپسی کے بعد گوالیار کی چھاؤنی اور پھر بریلی میں تقرر ہوا۔ مولوی سرفراز علی شاہ جہاں پوری کے اثر سے انگریزوں سے نفرت پیدا ہوئی۔ ۳۱رمئی ۱۸۵۷ء کو جب بریلی میں جنگ آزادی کا اعلان ہوا تو نواب خان بہادر خاں کو روہیلکھنڈ کا حاکم مقرر کیا گیا۔

مرکز کو تقویت پہنچانے کی غرض سے جنرل صاحب دہلی چلے گئے اور وہاں سپہ سالار مقرر ہوئے۔ سپہ سالار بنتے ہی درستی کی کوششیں شروع کردیں، افسوس کہ مرزا مغل مرزا خضر سلطان اور مرزا ابوبکر کی مدد اور انکے مشیروں کی خودغرضیوں کے باعث مقصد پورا نہ ہوسکا اور دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا، جب انگریز دہلی میں داخل ہوگئے تو جنرل صاحب نے اپنی فوج فراہم کی اور بادشاہ سے درخواست کی کہ میرے ساتھ لکھنؤ چلئے۔ بادشاہ نے یہ مشورہ قبول نہ کیا اور جنرل صاحب لکھنؤ چلے گئے، حضرت محل نے ان کو خلعت اور رومال عطا کیا۔

جنرل صاحب نے وہاں کچھ لڑائیوں میں بھی شرکت کی۔ جب لکھنؤ پر بھی انگریزوں کا قبضہ ہوگیا تو جنرل صاحب احمد اللہ شاہ کے ہمراہ شاہجہاں پور چلے آئے وہاں سے محمدی ہوتے ہوئے نیپال چلے اور باقی عمر وہیں گزاری، جنرل صاحب نے زندگی انتہائی سادگی سے گزاری۔

نواب محمود خاں ۱۸۰۰ء-۱۸۶۰ء

نواب محمود خاں بن نواب معین الدین خاں بن نواب ضابطہ خاں بن نواب نجیب الدولہ کا نجیب آباد میں قیام تھا، جب میرٹھ کی جنگ آزادی کی خبر بجنور پہنچی تو کلکٹر نے ضلع کا انتظام آپ کے سپرد کر دیا۔ بعض افراد کی نالائقی کے باعث ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان کشمکش شروع ہوگئی۔ ہلدانی کے چودھریوں اور ان کے ہمراہیوں نے نواب محمود خاں کی فوج پر حملہ کر دیا، نواب صاحب شکست کھا کر بجنور سے نجیب آباد چلے گئے۔

چودھریوں کے ہمراہیوں نے لوٹ مار شروع کردی، یہ حالت دیکھ کر مسلمانوں نے نگینہ کو لوٹا۔ ہلدور میں چودھریوں کو شکست دی تو بجنور پر قبضہ کرلیا، ہندو چودھری انگریزوں کے ساتھ ہو گئے اور انہوں نے مسلمانوں کو باغی کہکر انگریزوں سے سزائیں دلوائیں۔ اس پر سید احمد خاں جو اس وقت بجنور میں صدر امین تھے انہوں نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر انگریزوں کی حفاظت کی تھی، انہوں نے افسران فوج سے گفتگو کر کے سمجھایا کہ جو لڑائیاں رعایا نے ایک دوسرے سے کیں ان کی وجہ سے

کسی کو فوجی باغی قرار نہ دیا جائے، اور صرف وہی لوگ باغی قرار دئے جائیں جواب حکومت سے مقابلہ کریں۔

سید احمد اللہ خاں اور ماڑے خاں نے نجیب آباد اور نگینہ میں انگریزی فوج کا مقابلہ کیا اور افسروں آدمی لڑائیوں میں مارے گئے۔نواب صاحب نے معاملات کو سنبھالنے کی کوشش کی، انہوں نے شاہ دہلی سے بھی رابطہ پیدا کر لیا تھا۔بادشاہ نے ان کو امیر الدولہ ضیاء الملک محمود خاں بہادر مظفر جنگ کا خطاب دیا تھا۔انہوں نے بجنور، دھام پور نگینہ پر قبضہ کر کے امن قائم کر دیا تھا۔

انگریزوں نے بجنور پر قبضہ کر کے نواب صاحب کے خلاف مقدمہ چلایا اور جب دوام عبور دریائے شور کی سزادی انڈمان جانے سے پہلے نواب صاحب نے قید میں وفات پائی۔

رسالدار محمد شفیع بریلی

رسالدار محمد شفیع بریلوی نے جنرل بخت خاں کے ساتھ میں جنگ آزادی کا آغاز کیا، اور نواب خان بہادر خاں کو روہیلکھنڈ کا حاکم مقرر کیا محمد شفیع نے بریلی کے توپ خانے پر قبضہ کر لیا اور علم سبز لہرا دیا، آخر وقت تک نواب خان بہادر خاں کے ساتھ انگریزوں سے مقابلے کیا، شاید جنگ ہی میں شہید ہوئے۔

سید گلزار علی امروہوی

سید گلزار علی بن سید اکبر علی بن سید قرب علی بن سید عبداللہ بن سید عبدالباری بن دیوان سید محمود مراد آباد میں مختار تھے۔۱۹ رمئی ۱۸۵۷ء میں مراد آباد کا جیل خانہ توڑ دیا گیا تو سید گلزار امروہہ پہنچے اور وہاں عوام کو منظم ایک عرضداشت شاہ دہلی کو بھیجی، جس میں لکھا تھا کہ یہاں کا انتظام شیخ بشارت کے حوالے کر کے خدمت گزاری کے لئے دہلی آرہا ہوں۔انگریزی اقتدار دوبارہ ہونے پر ان کے مکانات منہدم کردئے گئے، سید صاحب روپوش ہو گئے اور حالت میں وفات پائی۔

مولانا فیض احمد عثمانی بدایونی

مولانا فیض احمد حافظ غلام احمد بن مولانا شمس الدین بن بحر العلوم مولانا محمد علی بدایونی (ولادت ۱۸۰۸ء) حضرت مولانا فضل رسول عثمانی بدایونی آپ کے ماموں استاد تھے، تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ عرصے درس دیا۔استاد وقت مولانا نور محمد بدایونی آپ کے شاگرد رشید تھے، آپ آگرہ میں بورڈ آف ریونیو کے رشتہ دار تھے وہاں ولیم میور نے آپ سے عربی پڑھی تھے، مولانا احمد اللہ شاہ سے گہرا تعلق پیدا ہو گیا، پادری فنڈر سے مناظرے میں بھی شریک رہے، جنگ آزادی کے عظیم مجاہد تھے، دہلی میں فتوی جہاد مرتب کیا تھا۔ شاہجہاں پور تک مولانا احمد اللہ شاہ کے ساتھ رہے ان کی شہادت کے بعد آپ کا پتہ نہ چلا، آپ عربی، فارسی، اور اردو کے شاعر اور صاحب دیوان تھے۔

مفتی عنایت احمد کاکوروی

مفتی عنایت احمد کاکوروی بن محمد بخش بن غلام محمد بن لطف اللہ (ولادت ۱۸۱۰ء) مولوی سید محمد رام پوری، مولوی حیدر علی رام پوری، شاہ محمد اسحق دہلوی اور مولانا بزرگ علی مارہروی کے شاگرد تھے، جنگ آزادی کے وقت بریلی میں صدر امین تھے، بغاوت کے الزام میں عبور دریائے شور کی سزا ملی، انڈمان میں اپنی یادداشت سے تاریخ حبیب الہ اور کئی کتابیں لکھیں۔

انگریزوں کی فرمائش پر تقویم البلدان کا ترجمہ کیا جس کی وجہ سے رہائی مل گئی، واپسی پر کانپور میں مدرسہ فیض عام جاری کیا۔۱۸۲۶ء میں حج کے سفر میں جہاز ڈوب جانے پر آپ نے درجہ شہادت پایا۔

(مرتبہ: محمد شہاب الدین رضوی)

محدث کبیر صدر الشریعہ کے علوم وفنون کے حقیقی وارث وامین

از— مولانا انیس عالم سیوانی فاضل جامعہ صدام یونیورسٹی بغداد شریف

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت مولانا مفتی حکیم محمد امجد علی اعظمی قدس اللہ سرہ (متولد ۱۲۹۶/۹-۸-۱۸۷۸ متوفی ۲/ذیقعدہ ۶/۱۳۶۷/دسمبر ۱۹۴۸ء بروز دوشنبہ) کی ذات چودہویں صدی ہجری کی عظیم المرتبت، لائق تقلید اور قابل اتباع شخصیت کے بطور مسلم ہے، صدر الشریعہ کا خاندان پچھلے کئی پشتوں سے دینی وعصری علوم کا حامل رہا ہے۔

صدر الشریعہ کے دادا، باپ، تایا وغیرہ علوم وفنون سے بہرہ ور تھے، صدر الشریعہ نے علمی، مذہبی اور خالص اسلامی ماحول میں، آنکھ کھولی، گھر سے تعلیم کا آغاز کیا، معقولات ومنقولات کی تعلیم استاذ الکل مولانا ہدیت اللہ خاں رامپوری (م ۱۳۲۶/۱۹۰۸) اور شیخ المدرسین مولانا وصی احمد محدث سورتی (متوفی ۱۳۳۴/۱۹۱۶) سے حاصل کی اور علوم دینیہ میں اعلیٰ مقام حاصل کیا، طب کی تعلیم جھوائی ٹولہ سعادت گنج لکھنؤ میں حاصل کیا، پٹنہ (عظیم آباد) میں ایک سال مطب کیا، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے دست مبارک پر بیعت کرکے سلسلۂ رضویہ برکاتیہ قادریہ میں داخل ہوئے اور جلد ہی خلافت واجازت سے نوازے گئے۔

صدر الشریعہ کی زندگی اور ان کے کارنامے مختلف جہتوں سے قابل قدر اور لائق تعظیم ہیں، بہت کم لوگ تاریخ میں ایسے ملتے ہیں جن کی زندگی کے اتنے پہلو نمایاں اور روشن ہوں، صدر الشریعہ کی پیدائش ایک علمی گھرانہ میں ہوئی، آپ کے اساتذہ اپنے دور کے ممتاز استاذوں کی حیثیت سے جانے گئے آپ کے پیرومرشد کے مقام و منصب کا یہ عالم کہ ان کی طرف نسبت حق وصداقت کی دلیل بن گئی، آپ کے تلامذہ عالم اسلام کے مقتدا ثابت ہوئے، آپ کے فرزندوں کے علو ورفعت شان کا یہ حال کہ سب اپنی اپنی جگہ مرکز ومرجع کی حیثیت رکھتے ہیں، تاریخ میں کم ایسے لوگ ملیں گے، جو اس شان ومنزلت کے مالک ہوں۔

سردست میں اپنے اس مضمون میں صدر الشریعہ کے جانشین محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری مدظلہ النورانی سے متعلق اپنی معلومات قارئین کی نذر کررہا ہوں۔

علماء ہر زمانے میں ہوئے ہیں اور ہوتے رہیں گے، علم وفن کی گتھیاں سلجھانے والوں سے زمانہ کبھی خالی نہیں رہا، لیکن اس طرح کی شخصیتیں کم نظر آتی ہیں جن کی اولادیں باپ کی شخصیت کا آئینہ دار ہوں۔

اس کے رنگ میں اس طرز رنگ جائیں کہ شخصیت اور کردار کا پرتو اور عکس بن جائیں، اس آفتاب فضل کی چمک اور ماہتاب کمال کی چاندنی بن جائیں، اس حیات بخش سورج کی کرنیں اور چراغ علم کی شعاع بن جائیں، محبت کے چمن کی رنگین بہار اور صبح کی سپیدی بن کر سارے عالم پر چھا جائیں۔ صدر الشریعہ کی ذات اپنے آپ میں بے مثال نظر آتی ہے، کہ جیسا وہ خود تھے اولادوں کو بھی ویسا ہی بنا دیا۔

صدر الشریعہ خود فقیہ تھے، ماہر علم حدیث تھے، عالم متورع تھے، اور انہوں نے اپنی اولادوں کو بھی فقیہ بنایا، محدث بنایا، عالم فاضل بنایا، داعی ومبلغ بنایا۔

محدث کبیر ایک شخصیت

محدث کبیر، استاذ العلماء، ممتاز الفقہا، والمحدثین حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ العالی کی شخصیت صدر الشریعہ کی اولادوں میں ممتاز اور نمایاں نظر آتی ہے۔

حضرت ممدوح اپنے جلالۃ العلم حافظ ملت علیہم الرحمۃ کے فضائل ومناقب کے پرتو نظر آتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ برصغیر ہندوپاک میں آپ کا کوئی ثانی ومماثل نظر نہیں آتا۔

محدث کبیر صدر الشریعہ کے سچے جانشین ہیں، اپنے والد ماجد کی علمی وراثتوں کے حقیقی وارث وامین ہیں، اسلامیات میں یکتائے روزگار جماعت علماء کے گوہر نایاب، عالم اسلامی کی ممتاز اور عبقری شخصیت ہیں۔

پروقار، شخصیت، شدت تاثیر اور ہمہ گیر اثر ورسوخ آپ کا طرۂ امتیاز ہے، بحث ومباحثہ، جدول ومناظرہ، فہم بصیرت، حفظ وادراک، جرح وقدح، حکمت ومصلحت، صلح وتحمل، عزم محکم، ہمت عالی، فکر سلیم، ذوق لطیف آپ کی منفرد شخصیت کے لوازمات ہیں۔

آپ اپنے معاصرین پر فوقیت لے گئے، شہرت ومقبولیت وہمہ گیریت میں اپنے دور کے علماء سے کافی آگے نکل گئے، یہاں تک کہ آپ کی بات آخری بات تسلیم کی جانے لگی۔ آپ کا فیصلہ جماعت کا فیصلہ ہوگیا، آپ کا قول قول فیصل ٹھہرایا۔

نوازشات مشائخ

جلالۃ العلم حافظ ملت مولانا عبدالعزیز طاب اللہ ثراہ فرماتے ہیں، میں نے جو کچھ صدر الشریعہ سے حاصل کیا وہ سب ضیاء المصطفیٰ کو دیدیا۔ عالم ربانی مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن عباسی اڑیسوی نے عرس امجدی کے موقع پر فاتحہ خوانی وچادر پوشی کے بعد امین شریعت مفتی اعظم کانپور مفتی رفاقت حسین مظفر پوری کی موجودگی میں محدث کبیر کو کھڑا کرایا اور فرمایا ”حضور (صدر الشریعہ) نے جو کچھ مجھے (خلافت وغیرہ) عطا کیا تھا وہ سب میں نے آپ لوگوں کی موجودگی میں (مولانا) ضیاء المصطفیٰ کو دیدیا۔

صدر الشریعہ کے چہیتے حضرت، مولانا شاہ عبدالحق اعظمی ایک بار تشریف لائے اور حافظ ملت سے دریافت کیا کہ ضیاء المصطفیٰ کیا کررہے ہیں، حافظ ملت نے فرمایا کہ ”امور عامہ“ کا درس کرتے ہیں، اکیلے پڑھتے ہیں، لیکن ان کے اکیلے پڑھنے سے جو خوشی ہوتی ہے وہ طالب علموں کے پڑھنے سے بھی نہیں ہوتی، حافظ ملت کو کتنا اعتماد تھا اپنے اس شاگرد پر اور کتنی امیدیں تھیں کہ جب کہیں باہر تشریف لے جاتے تو بخاری کا درس حضرت محدث کبیر سے دلواتے، جامعہ اشرفیہ کے نائب شیخ الحدیث اور معقول ومنقول کے بحر ناپیدار کنار مولانا حافظ عبدالرؤف بلیاوی کے ۱۹۷۱ء میں انتقال کے بعد ۱۹۷۲ء میں حافظ ملت نے اپنے قابل اعتماد شاگرد محدث کبیر کی تقرری بحیثیت نائب صدر المدرسین فرمائی، کتنے طوفان اٹھے، آوازیں بلند ہوئیں، چہ می گوئیاں ہوتی رہیں لیکن حافظ ملت نے فرمایا کہ ضیاء المصطفیٰ کا کوئی بال بیکا نہیں کرسکتا۔

محدث کبیر اپنے اساتذہ، شیوخ اور اکابر کی نظر میں کس قدر معتمد تھے، کتنی عزت تھی، کیسا احترام تھا، اور اکابرین کے اندر احسان کا بدلہ احسان کا کتنا حسین جذبہ تھا! جب ہی تو آپ کے پیشتروؤں پر بھی آپ کو فوقیت دی گئی، آخر ایسا کیوں نہ ہوتا، ان کے باپ کے احسان تلے پوری جماعت اہل سنت وملت اسلامیان ہند کی گردنیں خمیدہ ہیں۔

صدر الشریعہ کے بعض تلامذہ

شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی لکھنوی (متوفی ۸ محرم ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۰ء) محدث اعظم پاکستان مولانا ابو الفضل سردار احمد لائلپوری (۱۳۲۲/۱۳۸۲ھ) مفتی شمس الدین احمد جعفری رضوی جونپوری (۱۳۲۲/۱۴۰۲ھ) حافظ ملت مولانا عبدالعزیز محدث مرادآبادی (۱۳۱۲/۱۳۹۶ھ)

مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمن عباسی اڑیسوی، (۱۳۲۲/۱۴۰۱ھ) مولانا غلام یزدانی (متوفی ۱۳۷۴ھ) سابق صدر مدرس مدرسہ مظہر اسلام بریلی شریف، مولانا غلام جیلانی گھوسوی (۱۳۲۱/۱۳۹۷ھ) صدر العلماء امام النحو مولانا غلام جیلانی میرٹھی (۱۳۱۹/۱۳۹۸ھ) امین شریعت مفتی رفاقت حسین، مفتی محمد اعجاز ولی رضوی (۱۳۲۲/۱۳۹۳ھ) مولانا محمد الیاس سیالکوٹی، مولانا وقار الدین دار العلوم امجدیہ کراچی، مولانا تقدس علی خاں رضوی سندھ (۱۳۲۵/۱۴۰۸ھ)۔

یہ سب صدر الشریعہ کی درسگاہ فیض کے پروردہ ہیں، ان کی بارگاہ کے خوشہ چیں ہیں، مذکورہ شخصیتوں پر اگر غور کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ انہیں کا نام جماعت حق ہے۔

ملت اسلامیہ کے مقتدا اور رہبر ہی حضرات ہیں، یہ تو صدر الشریعہ کی تدریس وتعلیم کا فیضان ہے، جو ان اشخاص کے علم وکمال میں نظر آرہا ہے، دوسری طرف اگر آپ ان کی تصنیفی خدمات کا جائزہ لیں تو پتہ چلے گا کہ صدر الشریعہ کی تمام تصنیفات ایک طرف، صرف بہار شریعت کے لے لیں تو معلوم ہو جائے گا کہ صدر الشریعہ کا ملت پر کتنا بڑا احسان ہے۔

آج ہر چہار سمت سجادہ نشین کی گونج سنائی دے رہی ہے کوئی خانقاہ کا سجادہ ہے تو کوئی کسی مدرسہ وتنظیم کا سجادہ ہے تو کوئی اور کسی چیز کا، بحث اس سے نہیں کہ اس قدر سجادہ کیوں نظر آنے لگے بحث اس سے ہے کہ اکثر نااہل اور دنیا دار، زر پرست اور بے علم لوگ اس منصب پہ جلوہ گر ہو رہے ہیں، موجودہ دور کی سجادگی صرف سجادگی بایں معنی ہے کہ باپ دادا اور شیخ کی قالین پر، بیٹھنا، نہ انہیں علم سے کوئی سروکار نہ کردار وعلم کی انہیں ضرورت، ان کی خطا سلوک طریقت اور بے راہ روی کرامت ولایت ہوتی ہے، اس قسم کی سجادگی اور جانشینی سے درس عبرت ہے قطب عالم مخدوم شاہ مینا لکھنوی کا انتخاب تھا آپ نے اپنے صاحبزادے کو جانشین نہیں بنایا بلکہ جو اس کا اہل تھا اسے اپنا جانشین بنایا (حضرت مخدوم شیخ سعد خیرآباد) یہاں پہنچ کر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کوئی بیٹا اس لئے اگر قابل افتخار ہو سکتا ہے کہ اس کے باپ پیر وبزرگ تھے یا عالم وعلامہ تھے تو مجھے یہ کہنے میں کوئی جھجک نہیں لگتی کہ صدر الشریعہ اپنے عہد کے بہت بڑے بزرگ، فقیہ، محدث، عالم وعلامہ تھے اس لئے اس عزت واحترام کے حقدار امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کی اولادوں کے بعد سب سے زیادہ صدر الشریعہ کی اولادیں اور حضرت محدث کبیر کی ذات گرامی ہے۔

پھر محدث کبیر کی شخصیت صرف نسبت نسب پر موقوف نہیں بلکہ نہ ان کی تقریر کا کوئی جواب ہے، نہ ان کی تدریس کا کوئی جواب ہے، نہ ان کی حدیث دانی کی کوئی مثال ہے، نہ ان کی فقہاہت کی کوئی مثال ہے، آپ کے والد ماجد صدر الشریعہ کے احسان کا بدلہ پوری ملت مل کر بھی نہیں دے سکتی، محدث کبیر اپنی ہمہ جہت شخصیت، عالمانہ شان ووقار، فاضلانہ جاہ وجلال، اور عبقریت کے سبب ہمیشہ قوم وملت کی آنکھوں اور سروں پر رہے اور ہیں۔

تدریسی صلاحیت

محدث کبیر کی تدریسی صلاحیتوں سے کون واقف نہیں، اپنی پینتالیس سالہ تدریس کے دوران جو نمایاں خدمات پیش کی ہیں وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ معقول ومنقول کی مشکل سے مشکل کتابیں بغیر مطالعہ پڑھانا، بعض دفعہ بغیر دیکھے کتابوں کا درس دینا، نہایت سادہ انداز، پیچیدہ مسائل کو سہل سے سہل تر کر دینا، درس حدیث میں تعارض یعنی متعارض احادیث کے درمیان تطبیق، اسمائے رجال، راویان پر گہری نظر ہے، دار العلوم قدوسیہ اہل سنت فخر العلوم پرسونی کے استاذ مولانا کوثر امام قادری

نے ایک مجلس میں بیان کیا، راقم کے علاوہ اس مجلس میں حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب نظامی موجود تھے کہا کہ مہاراج گنج یوپی میں بنات کے کسی مدرسہ کے افتتاح کے لئے محدث کبیر کو زحمت دی گئی تھی، آپ نے ایک مختصر تقریر کی جس میں متعدد حدیثیں حوالوں کے ساتھ پیش کیں جس میں خاص بات یہ تھی کہ ان احادیث کی روایت عورتوں نے کی تھی۔

نیز یہ وضاحت حیرت انگیز تھی کہ کس راوی نے یا کس محدث نے کن کن عورتوں سے حدیثیں نقل کی ہیں اور ان راویات کے رشتوں کی وضاحت فرمائی جو محدثین کے ساتھ ان کا رشتہ ہے، آپ نے کہا کہ جب میں نے سنا تو مجھے لگا کہ بلا وجہ لوگ آپ کو محدث کبیر ہیں، کہئے یقیناً اس فن میں آپ اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ آپ کے تلامذہ میں آپ کے چھوٹے بجائی (بہاء المصطفیٰ استاذ دارالعلوم منظر اسلام بریلی، مولانا فداء المصطفیٰ صاحب استاذ دارالعلوم اہل سنت شمس العلوم گھوسی) مفتی نظام الدین صاحب رضوی صدر مفتی جامعہ اشرفیہ مبارکپور، مولانا وصی احمد صاحب گوپال گنجوی پرنسپل الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی، مولانا سید اصغر امام صاحب سجادہ نشین انجھر شریف، پیر طریقت مولانا سید مقصود اشرف جائسی کے نام قابل ذکر ہیں۔

محدث کبیر ان استاذوں میں ایک ہیں جنہیں معلوم کہ ان کے تلامذہ کون ہیں بلکہ تلامذہ خود باعث افتخار سمجھتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ ہم نے محدث کبیر سے پڑھا ہے، محدث کبیر بلند مرتبہ، مسلم الثبوت استاذ الاساتذہ ہونے کے ساتھ ساتھ بیباک مناظر، عالمی دعوت وتبلیغ کے سرکردہ رہنما اور بلند پایہ مقرر وخطیب ہیں۔

فن تقریر

محدث کبیر کی تقریروں کو سننے کے بعد بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ آپ روایتی رنگ ڈھنگ کے مقرر نہیں ہیں اور نہ ہی آپ کی تقریریں حفظ کردہ ہیں اور نہ ہی زمانے کے لحاظ سے لفظوں اور سیاست کی اٹھا پٹخ اور نہ ملکوں کے نام کی گردان، آپ کے یہاں پائی جاتی بلکہ خالص علمی ماحول، عالمانہ شان انداز تخاطب بھاری بھرکم، ٹھہراؤ، استحکام کے ساتھ، حوالجات، عربی عبارتیں، آیات واحادیث کی کثرت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بولنے والا پوری ذمہ داری اور عقل و ہوش کے ساتھ اپنے سامعین کو قبول فیصل سنا رہا ہے۔ جس کی اتباع لازم اور ضروری ہے۔

چند سالوں پیشتر لکھنؤ دارالعلوم وارثیہ کے ایک اجلاس میں غیر مقلدین کے رد میں تقریر کے دوران اتنی احادیث پیش کیں اور غیر مقلدوں کے بیجا اعتراضات پر اتنے معارضے قائم کئے کہ ہر اہل علم سامع آپ کی صداقت ومہارت کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکا۔

قرأت کی معروف درسگاہ جامعۃ القراء لکھنؤ میں اعجاز قرآن پر بے مثال خطاب کے سننے والے عش عش کر بیٹھے ۲۰۰۳ء یٰسین گنج لکھنؤ کے ایک اجلاس میں راقم نے عرض کیا کہ حضرت اختیار پیغمبر پر خطاب فرمائیں، اتنے میں تکمیل الطب لکھنؤ کے استاذ ڈاکٹر احسان اللہ نظامی نے راقم سے کہا کہ قادیانیت سر ابھار رہی ہے لہٰذا حضرت سے عرض کریں کہ قادیانیوں کا رد فرمائیں، پھر میں نے عرض کیا قادیانیت سے متعلق محدث کبیر نے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے خطاب میں اختیار نبی کے ساتھ ساتھ مفتری کذاب مدعی نبوت مرزائے قادیان اور مرزا کے مادر مہربان جماعت دیوبند کے عقائد باطلہ کی ایسی تردید فرمائی کہ قادیانیت اور دیوبندیت دونوں کی برہنہ تصوریں ابھر کر سامنے آگئیں۔

تصنیف و تالیف

محدث کبیر کی تصنیف وتالیف کی صلاحیت پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا، مختلف مقالے گاہے بگاہے رسائل وجرائد

میں شائع ہوئے ہیں، عام طور پر یہ گمان کیا جاتا ہے کہ جس کی کوئی تصنیف نہیں وہ شاید لکھنے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتا حالانکہ یہ خیال فاسد ہے، آج کل جس طرح مقررین کی کمی نہیں کہ سنی سنائی باتیں چرب زبانی کے بھروسے بیان کردیا صحیح ہو کہ غلط! اس سے سروکار نہیں اسی طرح بلا وجہ کے مصنفین کی بھی کمی نہیں، لکھنے والے کو نہ یہ پتہ کہ وہ کیوں لکھ رہا ہے کیا لکھ رہا ہے، وہ جو لکھ رہا ہے اس کا فائدہ کیا ہے بس ایک دھن سوار ہے کہ ہمیں مصنف کہلانا ہے تو کچھ نہ کچھ لکھنا ہے، مصنفین کی تصانیف کو کیوں اور کیا کے بیچ پر تو میں تو سمجھ میں آجائے گا کہ اگر یہ حضرات لکھنے کی بجائے نہ لکھتے، تو یہ ملت پر احسان ہوتا۔

اہل علم خوب جانتے ہیں کہ امام الائمہ، سراج الامہ امام اعظم ابو حنیفہ کی کتنی تصانیف ہیں، آپ کی طرف منسوب فقہ اکبر پر بھی پروفیسر ابو زہرہ قاہرہ نے شک کا اظہار کیا ہے۔

اس کو بیان کرکے عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ لکھنے کی صلاحیت اور ہے اور لکھنا اور ہے، محدث کبیر نے ترمذی شریف پر کام کرنا شروع کیا تھا لیکن اس قدر آپ کی مشغولیت رہتی ہے کہ تسلسل برقرار رہنا مشکل امر ہے، یا تو ان حضرات کی طرح ہو کہ کچھ یہاں کا کچھ وہاں کا اکٹھا کیا یہاں کا ترجمہ وہاں کی تشریح باقی، بچی تقریظ اور پیش لفظ تو وہ بھی آسان ہے کہ ٹرین میں مسودہ غائب، کثرت کار اور فلاں فلاں اعذار وغیرہ کتاب تیار یا تو لکھے کوئی اور چھپے کسی اور کے نام سے، دیوبندی جماعت کے مشہور مولوی منظور نعمانی کا نام ایک انگریزی کتاب پر پڑھا، بڑی حیرت ہوئی کہ نعمانی صاحب نے انگریزی میں کتاب لکھ ڈالی اندر کھولا تو پتہ چلا کہ مسنون دعائیں ہیں انگریزی میں کسی نے ترجمہ کیا ہے اوپر بڑا بڑا نام نعمانی صاحب کا درج ہے۔

میں نے خود ایک بار محدث کبیر سے عرض کیا کہ ترمذی پر کام کہاں تک پہنچا فرمانے لگے، کہاں تک پہنچا، کچھ لکھتا ہوں پھر کام رک جاتا ہے، میں نے عرض کیا کیوں فرمانے لگے کہ جب آپ لوگ دعوت دیتے ہیں تو کہتے ہیں یہاں حضرت کی تقریر کی ضرورت ہے، ہر جگہ والے دعوت دیتے وقت یہی کہتے ہیں۔

یقیناً خالصۃً علماء کی جماعت میں بہت کم ایسے عالم ہیں جن کے ملکی وغیر ملکی اسفار اس کثرت سے ہوتے ہوں گے، صدر الشریعہ کا حاشیۂ شرح معانی الآثار پر محدث کبیر نے کام کیا عربی زبان میں تخریج احادیث، اسماء رجال اور بعض مقامات پر مزید۔ ظاہر ہے کہ ترمذی کی شرح ہو کہ شرح معانی الآثار پر خامہ فرسائی آپ کی تصنیفی اور قلمی صلاحیت وقابلیت کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔

سادگی اور جذبۂ دعوت و تبلیغ

محدث کبیر ہزار خوبیوں کے باوجود سادگی اور جذبۂ دعوت وتبلیغ کے خوگر نظر آتے ہیں، کنڈہ پرتاپ گڑھ میں اسی علاقے کے ایک طالب علم نے بیان کیا کہ لال گوپال گنج جوالہ آباد ضلع کا ایک بڑا قصبہ ہے اسکے مواضعات کے لئے محدث کبیر کو مدعو کیا گیا جب آپ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ جو شخص آپ کے استقبال کے لئے آیا ہے وہ سائکل سے آیا ہے، سلام و دعاء کے بعد بلاچوں وچرا محدث کبیر جبہ و دستار وعصا کے ساتھ آنے والے کے ساتھ سائکل پر بیٹھ گئے پگڈنڈی سے سائکل والا جارہا تھا راستے میں بیلنس بگڑا اور سائکل گر پڑی آپ بھی زمین پر آپڑے کوئی شکوہ نہیں نہ شکایت، کپڑا صاف کیا اور پیدل منزل تک پہنچے۔

آج بھی دعوت قبول کرتے وقت کوئی مطالبہ نہیں کہ کتنا نذرانہ، گھر سے ہی بذریعہ کار چلیں گے، آج بھی بسوں سے اور عام سواریوں سے تشریف لے جاتے ہیں۔

(باقی)

☆☆☆

زیر سرپرستی: جانشین حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ

عرس قادری رضوی

خصوصی تقریبات

۲۳ر صفر ۱۴۲۶ھ / ۴ر اپریل ۲۰۰۵ء بعد نماز فجر قرآن خوانی، نعت و منقبت، بعد نماز عشاء قل شریف حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ و مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ، بمقام ازہری مہمان خانہ بریلی شریف

۲۴ر صفر ۱۴۲۶ھ / ۵ر اپریل ۲۰۰۵ء بعد نماز فجر قرآن خوانی، نعت و منقبت، بعد نماز عشاء ''خصوصی اجلاس'' بمقام جامعۃ الرضا مرکز نگر (متھرا پور) نزد سی بی گنج بریلی شریف بعدہٗ تقاریر علماء کرام، قل شریف حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ ۱۰ر بجکر ۴۰ر منٹ پر

۲۵ر صفر ۱۴۲۶ھ / ۶ر اپریل ۲۰۰۵ء بعد نماز فجر قرآن خوانی و نعت و منقبت و تقاریر علماء و مشائخ قل شریف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہٗ دو پہر ۲ر بجکر ۳۸ر منٹ پر، بمقام ازہری مہمان خانہ

ضروری ہدایات

سٹی ریلوے اسٹیشن کے سامنے فاضل پلیس سے ''مرکز نگر متھرا پور'' جانے کے لئے بسوں کا انتظام کیا گیا ہے ☆ جامعۃ الرضا مرکز نگر (متھرا پور) میں بعد مغرب لنگر عام ہوگا اور وضو نماز کے لئے بھی معقول انتظام کیا گیا ہے ☆ عشاء کے بعد فوراً جلسہ کی کارروائی شروع ہو جائے گی ☆ حضرت مدظلہ العالی سے جن لوگوں کو داخل سلسلہ عالیہ ہونا ہے وہ وقت سے پہلے جلسہ گاہ میں پہنچ جائیں، وہیں عام ملاقات اور مرید فرمائیں گے ☆ کسی بھی مہمان کو کہیں بھی کسی طرح کی کوئی پریشانی ہو تو فوراً ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' کے کارکنوں سے رابطہ قائم کریں ☆ "مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا" کے تعمیری فنڈ میں جو حضرات تعاون کرنا چاہتے ہیں وہ مرکز کی رسید دفتر ''سنی دنیا'' سوداگران سے حاصل کرلیں ☆ تمام مریدین و معتقدین کو اطلاع دیجاتی ہے کہ حضرت مدظلہ' کا کسی اور مدرسہ سے کوئی تعلق نہیں ہے ☆ مرکز کی سالانہ ممبر شپ فارم کی خانہ پری کرکے ممبر بنیں اور احباب کو ممبر بنائیں۔

داعی: نبیرۂ اعلیٰ حضرت عسجد رضا خاں قادری کل ہند صدر آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ سوداگران بریلی شریف

حضرت مولانا مختار احمد قادری بھیڑوی سے معذرت

مولانا اسرائیل صاحب نے ایک سوال دربارۂ تثویب مغرب مرتب کیا کہ مغرب میں تثویب مباح ہے یا نہیں؟ اس کا جواب مرکزی دار الافتاء سے مفتی محمد مظفر حسین قادری رضوی نے یہ دیا تھا کہ مغرب میں تثویب مباح ہے۔ اس جواب پر علامہ مولانا مختار احمد صاحب نے اعتراضات کئے اور ان اعتراضات کے جوابات بھی دیئے گئے۔ وہ جوابات ماہنامہ سنی دنیا میں میری عدم توجہ سے شائع ہو گئے جبکہ یہ جوابات شائع نہ ہونے تھے، حضور تاج الشریعہ نے اس مسئلہ کو واضح کرکے معاملہ کو رفع دفع کر دیا تھا۔ لہٰذا ماہنامہ میں یہ اختلافی مسئلہ شائع ہو جانے کی وجہ سے میں مولانا مختار احمد صاحب سے معذرت خواہ ہوں۔ یہ معذرت نامہ شائع کیا جا رہا ہے تاکہ سند رہے۔

(مدیر)

جنگ آزادی کے اسباب و علل

محمد شہاب الدین رضوی

ہندوستان میں آزادی کی جنگ کیسے شروع ہوئی اور اس کے پیچھے کیا عوامل تھے۔علمائے کرام نے فتوے جہاد جاری کرنے پر کیوں مجبور ہوئے اور مولانا رضا علی خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تلامذہ و مریدین کو جنگ آزادی میں شمولیت کے لئے کیوں حکم دیا۔درجہ ذیل مضمون میں ان عوامل کا مختصر جائزہ پیش کیا رہا ہے۔انگریز کی مکاری مشہور ہے،اس نے تجارت کے بہانے ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کی اور پھر یہاں پر باقاعدہ طور پر اپنے مذہب عیسائیت کی نشر و اشاعت شروع کر دی۔اس کام کے لئے ایک طریقہ یہ اپنایا گیا کہ بعض پسماندہ علاقوں میں غریب عوام کو لالچ دے کر انہیں اپنے قدیمی مذہب سے برگشتہ کرنا شروع کر دیا،اور اس طرح وہ اپنے قدم برصغیر میں روز بروز مضبوط کرنے لگے۔اہل ہندوستان نئی تہذیب کو فوری طور پر برداشت نہیں کر سکتے تھے،مگر انگریز نے جلد بازی سے کام لے کر مغربی تہذیب ان پر ٹھونس نے کی کوشش کی، اس سے عوا کے جذبات بھڑک اٹھے،اس کے نتیجہ میں جنگ کا آغاز ہو گیا۔اس جنگ کو انگریز مورخین نے ''غدر'' کا نام دیا ہے اور بعض نے اسے فوجی بلوہ کے نام سے یاد کیا ہے۔ سر جان لارنس نے ۱۸۵۷ھ کی جنگ آزادی کو فوجی بغاوت کا نام دیا۔برطانوی جرنل سر جیمز اوٹرم کے الفاظ کچھ یوں ہیں۔''دراصل یہ مسلمانوں کی سازش تھی،یہ لوگ ہندوؤں کی شکایات کو بڑھا چڑھا کر بیان کر رہے تھے تاکہ لوگوں کو بھڑکائیں۔لیکن میرٹھ کی فوج کارتوسوں کے قضیہ سے یکا یک بھڑک اٹھی اور سازش کا مواد پکنے سے قبل ہی پھٹ گیا۔''

بعض واقعات نگاروں کا نظریہ یہ ہے کہ برصغیر کی پہلی ناکام جنگ آزادی تھی۔اگر تاریخ کے آئینے پر غور سے نگاہ ڈالی جائے تو ہمیں اس جنگ کی مندرجہ وجوہات نظر آئیں گی۔

معاشرتی:- مغربی تہذیب اور مشرقی تہذیب میں زمین آسمان کا فرق ہے۔انگریز نے بڑی سرعت سے اپنی تہذیب برصغیر میں عام کرنی شروع کر دی۔غیرت مند عوام اس سے بہت متنفر تھے۔علماء نے خدشہ ظاہر کیا کہ انگریز اپنی تہذیب برصغیر کے عوام پر ٹھونس کر ہمیشہ کے لئے اپنا غلام بنا لیں گے۔لہٰذا یہ بات انہوں نے عوام کے دلوں تک پہنچائی، مسلمان قوم اگرچہ سو سکتی ہے مگر اس کا ضمیر مردہ نہیں ہو سکتا۔ جب ایسی صورت حال ہو اور اس کے مذہبی شعائر پر ضرب کاری ہو رہی ہو،تو اپنی تہذیب کا جنازہ اٹھتے دیکھ کر عوام تڑپ اٹھے۔اور کھلم کھلا انگریز سے نفرت کا اظہار کرنے لگے۔پنجاب اور دیسی ریاستوں کے علاوہ باقی ہندوستان میں فوجی طاقتیں عوام کے ساتھ تھیں۔پنجاب میں چند بک جانے والے لوگ تھے جنہوں نے انگریزوں سے وفاداری کا ثبوت دیا۔اس کے باوجود عوام متحد ہو کر اپنی پرانی روایات کو محفوظ رکھنے کے لئے یکجا ہو کر دشمن کے خلاف صف آرا ہو گئے۔

مذہبی:- انگریز نے کھلم کھلا عیسائی مبلغین کو تبلیغ کے لئے برصغیر کے طول و عرض میں بھیجا جو عوام کے نئے مذہب

کی ترغیب دلاتے اور انہیں ہر صورت میں عیسائیت کی طرف لانے کی کوشش کرتے۔ ہندو لوگ سمندری سفر کو بہت بڑا پاپ خیال کرتے تھے۔ مگر فوجیوں کے لئے سمندری سفر لازم تھا۔ اور ادھر لارڈ ڈلہوزی نے والیان ریاست کو متبنّیٰ بنانے کی اجازت منسوخ کر دی، ہندوؤں کے نزدیک متبنّیٰ بنانے کا طریقہ مذہب کا خاص جزو تھا۔ ان حالات نے ہندوؤں کے دل میں بھی انگریزوں کے خلاف نفرت پیدا کر دی اور اس طرح ان کی نفرت جنگ کی صورت میں ظاہر ہوئی، اور نفرت میں ہندوؤں و مسلمانوں میں طبعی طور پر یکسانیت ہوگئی۔

سیاسی وجہ:- مغل شہنشاہ بہادر شاہ ظفر کی اولاد کو خدشہ تھا کہ بہادر شاہ کے بعد انہیں شاہی محلات سے نکلنا پڑے گا۔ یہ سیاسی وجہ تھی جس کی وجہ سے بہادر شاہ کے خاندان میں انگریز کی نفرت اور دشمنی روز افزوں بڑھتی جارہی تھی۔ آخر جنگ کے موقع پر انہوں نے فوجیوں کا ساتھ دیا اور انگریز کو ناکوں چنے چبوا دیئے۔

معاشی:- برصغیر کے عوام پر انگریز نے بڑی بڑی ملازمتوں کا دائرہ تنگ کر دیا۔ اور نچلے سطح کے محکموں میں ہندوستانیوں کو رکھا گیا، کلیدی جگہوں و پالیسی ساز اداروں میں تقرری سے پرہیز کیا گیا۔ تنگ نظری اور عیسائی مشنری کو تقویت دی گئی۔ اور ساتھ ہی ساتھ بندوبست آراضی کی بدولت بڑی بڑی جاگیریں ختم کر دی گئیں۔ دیسی ریاستوں کے الحاق سے مقامی فوج توڑ دی گئی۔ اس طرح لوگ قلاش ہو گئے اور بے روز گاری نے عوام میں سخت بے چینی اور حکومت کے خلاف نفرت پیدا کر دی۔

فوجی:- برطانوی حکومت نے انگریز فوجیوں کو جنگیں لڑنے کی خاطر ایران اور چین میں بھیج دیا تھا، اب برصغیر ہند میں زیادہ تعداد دیسی فوج کی تھی۔ جنہیں انگریزی کمانڈر بہت حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ہندوستانی سپاہیوں کی ترقی کے راستے مسدود تھے۔ ان کی تنخواہ کم اور ناکافی تھی۔ انگریز جرنیل اور کمانڈر فرعون خصلت تھے اور معمولی سی بات پر انہیں گالیاں دیتے اور سزائیں سناتے اس چیز نے ہندوستانیوں کے دل میں انگریز کے خلاف نفرت کی آگ اور بھڑکا دی۔ اور ہندوستان میں انگریزی فوج کی حیرت انگیز کمی دیکھ کر انہوں نے بغاوت کا آغاز کیا۔

فوری وجہ:- انگریز اپنی شاطرانہ چال میں مہارت کا ثبوت دیتے ہوئے اس نے مسلمانوں اور ہندوؤں کے جذبات کو مجروح کرنے کا ایک آسان طریقہ یہ نکالا کہ ۱۸۵۷ء کے شروع میں سپاہیوں کو بندوق میں استعمال کرنے کے لئے ایسے کارتوس مہیا کئے گئے جنہیں دانتوں سے کترنا پڑتا تھا، اور یہ مشہور ہو گیا تھا کہ ان کارتوسوں پر ”گائے“ اور ”سور“ کی چربی لگائی گئی ہے۔ اس چیز نے مسلمانوں اور ہندوؤں کے جذبات کو ابھارا، لہٰذا مئی ۱۸۵۷ء کو میرٹھ چھاؤنی میں پچاس دیسی سپاہیوں نے یہ کارتوس استعمال کرنے سے انکار کر دیا۔ اور شرعی مسئلے کی جانکاری کے لئے علامہ فضل حق خیر آبادی، مفتی صدر الدین خاں آزردہ، مولانا رضا علی خاں بریلوی وغیرہ سے رجوع کیا۔ یہ سارے واقعات جب ملے تو جنگ کی صورت میں رونما ہوئے۔

☆☆☆

The Monthly Sunni Dunia Bareily
Regd No.17(82) Vol-3 Annual Subscription Rs (100)
Per Copy- Regd. PO. No. BR/211/2004

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلامی عصری درسگاہ کا عظیم منصوبہ

مرکزالدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا

دارالحفظ — دارالقرات — درس نظامی،

کی دو منزلہ عالیشان عمارت مکمل ہو چکی ہے۔

ریسرچ سینٹر — دارالاقامہ — مسجد — لائبریری — اسکول

اور دیگر شعبہ جات کی تعمیر ابھی باقی ہے، انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد تعلیم کا آغاز کیا جائے گا۔ جملہ احباب اہلسنت سے گزارش ہے کہ مرکز کی شاندار اور مستحکم عمارت کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ اور اپنے والدین عزیز و اقارب کے ایصال ثواب کے لئے حصہ لیکر ثواب جاریہ کے مستحق ہوں!

باہتمام۔ امام احمد رضا ٹرسٹ ۸۲، سوداگران بریلی شریف (یوپی)